UNIVERSAL LIBRARY
OU_222028
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳ Accession No. ۱۴۷۸۸

Author احسان احمد ش – ش

Title شوقیاں

This book should be returned on or before the date last marked below.

فلکر شیوید کا ایک کامیاب ترین ناول

شوخیاں

مترجمہ

احسان۔ بی۔ اے

ناشران

نرائن دت سہگل اینڈ سنز لوہاری گیٹ

ہمجو کتاب خانہ

حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں۔

بار ——— اول

قیمت ——— عہ/۸

نوٹ:

یہ کتاب منزل عشق کے نام سے
بھی شائع ہو چکی ہے۔

شوخیاں

پیرایۂ آغاز

اب بھی ایلا کو یاد آتا تھا کہ اس کی زندگی نہایت ہی ناخوشگوار حالات میں شروع ہوئی۔ اس کی ماں مایا مٹی طبعاً کچھ سنکی واقع ہوئی تھی۔ اس کا برتاؤ اور طریقِ گفتگو سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اس کا پل میں تولہ پل میں ماشہ مزاج اُس کے گھر کی فضا میں طلاطم سا بپا کئے رہتا تھا۔ ایلا کو کبھی پتہ نہ چلا کہ کس بات پر اُسے سزا دی جائے گی اور کس وجہ سے اس پر پیار کی بارشیں ہونے لگیں گی۔ جب ایلا سے کبھی کوئی قصور ہو جاتا اور وہ بالکل سچ سچ اپنے قصور کا اعتراف کر لیتی تو مایا مٹی گرج پڑتی اور کہتی "جھوٹ بک رہی ہے کلموئی" لیکن اُس کے باوجود یہ امر قطعی تھا کہ ایلا ہمیشہ سچ بولتی اور لگاوٹ یا فریب کو قریب نہ آنے دیتی تھی۔ اس بے چاری کو سزا ملنے کی سب سے بڑی وجہ اس کا سچ بولنا ہی تھا۔ کتنی ناانصافی ہوتی تھی۔ ایلا بھی آخر آدمی کا بچہ تھی۔ سپتا اس میں بھی تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایلا کی طبیعت میں ماں کے خلاف بغاوت کے جذبات ابھرنے

لگے۔ وہ اکثر پیٹ سے ماں کے منہ پر ہی اس کی مخالفت کر دیا کرتی اور پھر اس وجہ سے پٹا کرتی کہ اس طرح دبان لڑانا عورت ذات کا دھرم نہیں۔

اس ماحول اور ماں کے طرزِ عمل نے ایلا کو ایک تلخ حقیقت سے بچپن ہی میں خبردار کر دیا تھا۔ اُسے یقین ہو چکا تھا کہ مرد ہمیشہ مظلوم ہوا کرتا تھا۔ اس گھر میں چند اور آدمی بھی تھے جو محض پیٹ کی خاطر رسّی سے بندھی ہوئی بکری کی طرح ایک متعین حلقے میں قید تھے۔ ان لوگوں کی فطرت میں کمینگی اور اوچھاپن پیدا ہو گیا تھا اور زیادہ تر یہی لوگ تھے جنہوں نے ایلا کے ذہنی ماحول کو مکدر کر دیا اور اس جبر و کراہ کے ردِ عمل کے طور پر اس کا دل بہت چھوٹی عمر میں آزادی کا طلبگار بن گیا

ایلا کے والد کا نام نریش چندر گیت تھا۔ یہ ولایت سے نفسیات کا امتحان پاس کر کے ایک بہت بڑی سند ساتھ لائے تھے۔ اس لئے فلسفہ اور ہال کی کھال اُتارنا ان کی گھٹی میں تھا۔ اس کے علاوہ وہ ایک خوش بیان مقرر بھی تھے۔ اور صوبہ کے ایک بڑے کالج میں بطور پروفیسر ملازم تھے۔ لیکن ان کی پروفیسری اور مقررانہ صلاحیتوں کا اثر ان کی بیرونی زندگی ہی میں ظاہر ہوتا تھا۔ گھریلو معاملات میں نہ انہوں نے کبھی دلچسپی لی تھی اور نہ ہی یہ بے عنان گھوڑا اُن کے بس کا روگ تھا۔ ان میں سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ ہر آدمی پر ہر وقت اعتبار کرنے پر تیار ہو جاتے تھے۔ لازماً نقصان اٹھاتے۔ اس نقصان کا تجربہ انہیں ایک دفعہ نہیں ہزار بار ہو چکا تھا لیکن قیامت تو یہ تھی کہ یہ بے طرح ٹھوکریں بھی اُن کے طرزِ عمل اور سادہ لوحی میں مفید اصلاح نہ کر سکیں اور وہ جیسے تھے ویسے ہی رہے۔ گھر میں اگر کوئی چھوٹی موٹی غلطی کر جائے تو ان کی بیوی انہیں کبھی بھی معاف نہ کرتی تھی۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ غلطی پرانی بھی

ہو چکی اور اُس کی قرار واقعی سزا بھی پروفیسر صاحب بھگت چکے لیکن پھر بھی ماماسٹی گڑے مردے اکھاڑتیں اور طعن اور تشنیع کے زہر سے بجھے نشتر چبھوتی رہتی۔

ایلا نے ہزار مرتبہ دیکھا تھا کہ اُس کے پتا محض دوسرے آدمیوں پر اعتماد کر لینے کی وجہ سے نقصان اٹھا رہے ہیں اور لوگ انہیں فریب دے کر لوٹ لیتے ہیں۔ اس سادہ لوحی نے ایلا کا دل ان کی طرف مائل کر دیا۔ اور ایلا کو اُن سے ایک طرح کی ہمدردی ہو گئی جسے محبت کا لازمہ کہا جا سکتا ہے۔ اُسے سب سے زیادہ تکلیف اُس وقت ہوئی جب اس کی ماں انہیں تیز زبان سے یہ کہتی کہ وہ دنیاوی لحاظ سے کیا اور روحانی لحاظ سے کیا اپنے خاوند سے کہیں زیادہ سوجھ بوجھ والی ہے۔ اس کے علاوہ اُس نے کئی بار دیکھا تھا کہ اس کی ماں نے اس کے باپ کی سخت توہین کی اور باپ خون کے سے گھونٹ پی کر خاموش ہو رہا۔ اسے اکثر غصہ بھی آیا کرتا اور کئی دفعہ ہوا ہے کہ اُس کا تکیہ اسی غصے کے سرد تپتے ہیں آنسوؤں سے تر ہو گیا ہے۔ یہ باتیں آئے دن ہوتی تھیں۔ ایلا ہر وقت باپ کے ضبط و تحمل پر ناراض ہوتی اور اکثر سوچنے لگتی کہ قصور پتا جی ہی کا ہے۔

آخر ایک دن ایلا کے جذبات صبر کی تمام باڑوں کو توڑ کر پھوٹ نکلے "اس طرح ظلم برداشت کرنا اور چپ رہنا سب سے بڑا ظلم ہے"۔

نریش چندر نے خلیفے کی گھن لگی لکڑی کے سہارے سے نوجوان جذبات کا مقابلہ کرنا چاہا۔

" فطرت کے خلاف جنگ نہیں ہو سکتی ایلا۔ گرم توے کو ہاتھ پھیر پھیر کر ٹھنڈا نہیں کیا جاتا۔ اسے جرأت اور مردانگی کا نام دیا جا سکتا ہے لیکن اس سے قلب تسکین نہیں ہو سکتی۔"

"لیکن صرف خاموشی سے سہنا ہی تو زخموں کا علاج نہیں۔ صبر تکلیف کو دو چند بڑھا دیتا ہے" ایلا نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا اور تیزی سے اندر چلی گئی۔

دوسری طرف ایلا یہ بھی جانتی تھی کہ وہ مکار لوگ جو ماں کو لفظوں کے داؤں پیچ میں لاکر ان کے احساس برتری کو تسکین دے دیتے ہیں درحقیقت بابا ممی کے غصے کو ایک ایسی راہ دکھا دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا سارا نزلہ بے قصوروں ہی کے لئے وقف ہو جاتا ہے۔ یہ باتیں ایلا کی قوت برداشت سے باہر تھیں لیکن ہنڈیا ابلے گی تو گلائے گی تو اپنے ہی کنگرے۔ اس کا علاج کیا تھا؟

صرف اسی پر بس نہیں۔ ایلا کی والدہ محترمہ خیر سے چھوت چھات کی بھی اچھی خاصی خطرناک مریض تھیں۔ ایک دن ایک مسلمان مہمان آیا تو ایلا نے اس کے بیٹھنے کو چٹائی بچھا دی۔ لیجئے بس اتنا قصور ہوا کہ ماں کا پارہ ایک سو پانچ سے بھی اوپر چڑھ گیا اور وہ چٹائی انتہائی حقارت سے بھرے بازار میں پھینک دی گئی۔ ایلا کو سخت صدمہ ہوا وہ جانتی تھی کہ اگر اس چٹائی کی جگہ اونی قالین یا شال ہوتی تو شاید چھوت چھات کے مقدس فرمان کی تعمیل اس سختی سے نہ ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس کی سرے ہی سے سخت خلاف تھی۔ ایک دن اس نے باپ سے پوچھا "یہ تو بتایئے پتا جی۔ یہ چھوت چھات کی دیوانگی عورتوں ہی میں کیوں اپنی خوفناک صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ میرے خیال میں یہ چھوت چھات کسی سوچے سمجھے ہوئے اصول کی بنا پر تو نہیں محض ایک اندھی تقلید ہے کسی پرانے ڈھچر خیال کی"

باپ کے فلسفی دماغ کی تمام رگیں نمایاں ہو گئیں بولے "عورتیں بے چاری برسوں سے قید و بند کی زندگی گزار رہی ہیں۔ انہیں آزادی کے ساتھ کسی

خیال یا کسی جذبے پر سوچنے کا موقع نہیں دیا گیا یہی وجہ ہے کہ جو کچھ ان سے کرنے کو کہا جاتا ہے وہ کرتی ہیں اور سوال نہیں کرتیں ——— وہ محض اس لئے کرتی ہیں کہ سماج کے سرپنچ اُن کی پیٹھ ٹھونکیں اور ان کی نظروں میں عزت و وقعت بڑھ جائے۔ وہ مرد جو ذہنی لحاظ سے زنانے ہوتے ہیں۔ اسی خطرناک مرض کے مریض ہوا کرتے ہیں۔"

ایلا نے کئی دفعہ ماں سے پوچھا بھی تھا کہ آخر گھر میں اس چنگیزی عمل دخل کی کیا وجہ ہے لیکن ہر بار اسے بے طرح پھٹکار پڑی تھی۔ ایسی لگاتار چوٹیں ایلا کے دل کو زیادہ سے زیادہ بغاوت کی طرف مائل کرتی جا رہی تھیں۔

نریش چند بھی سمجھتے تھے کہ گھر کی ہر وقت کی دانتا کلکل کو ان کی لڑکی بہت سختی سے محسوس کر رہی ہے اور اسی احساس پر اسکی صحت قربان ہوئی جاتی ہے۔ وہ اس کا کوئی علاج سوچ ہی رہے تھے کہ ایلا نے کسی سخت ظلم سے متاثر ہو کر کہا "بابوجی ——— مجھے کلکتے میں کسی بورڈنگ ہی میں بھیج دیجئے یہاں تو رہنا دوبھر ہو رہا ہے میرے لئے۔"

یہ قطعی تھا کہ ایلا کا گھر سے دور چلا جانا دونوں کے لئے سوہانِ روح ہوگا۔ لیکن یہ بھی ظاہر تھا کہ اس طرح کم از کم ایلا کی ذہنی صحت بچ جائے گی۔ اسی لئے مایا میتی کی مخالفت کے باوجود ایلا کو کلکتے بھیج دیا گیا۔ ماں نے کہا تھا۔ "لڑکی کو میم بنا کر ذات برادری میں نکو بننے کا ارادہ ہے تو تمہاری مرضی۔ لیکن یہ یاد رکھنا۔ جب سسرال گئی تو اس کی جان پر بن جائے گی کونے کھدروں میں منہ دے دے کر روئے گی۔ پھر مجھے نہ کہنا کہ تم نے وقت پر بتایا نہیں۔"

ایلا کلکتے میں گئی تو آزاد فضا کو یک دم قبول کر لیا۔ اس کے طور طریقے اٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ بات کرنے کا ڈھنگ سبھی نئے رنگ میں رنگے گئے۔ وہ

اچھی خاصی آزاد خیال ہو گئی تھی۔ یہ باتیں دیکھ دیکھ مایا مٹی کے دل پر سانپ لوٹ لوٹ جاتے اور وہ بار بار اسی ایک شک کا اظہار کیا کرتی تھی اسے معلوم تھا۔ کہ شادی کے بعد یہ لڑکی اپنی ساس کی زندگی اجیرن کر کے دکھا دے گی۔ اس خیال نے اس بُری طرح سے اُن کے دماغ میں جڑ پکڑ لی تھی کہ ہونے والی سمدھن جس کا وجود ابھی ان کے تصور میں نہیں آیا تھا مایا مٹی کے سامنے مظلوم صورت میں دکھائی دینے لگی۔ اور اُسے اس بے چاری نامعلوم بڑھیا سے ہمدردی سی ہو گئی۔ مایا کو بھی معلوم تھا بچپن سے نکل کر جوانی میں قدم رکھنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ لڑکی اپنی فطرت، اپنی خودداری، اپنی آزادی اور اپنی خود اعتمادی کا گلا گھونٹ دے ظلم اور مظلومیت کی حدِ فاصل کو ایک خطِ وہم سمجھ کر مٹا دے اور اپنے آپ کو اس طرح خاک میں ملا دے جس طرح کہ ملانے کا حق ہوتا ہے۔

لیکن ایلا ایک لحاظ سے خوش قسمت تھی۔ وہ میٹرک پاس کر کے کالج میں داخل ہوئی تھی کہ اس کی سب سے بڑی نقاد اس کی ماں داعی اجل کو لبیک کہ گئی۔ اس عرصے میں نریش چند نے ہزار سر پٹخا تھا کہ لڑکی کسی طرح شادی پر رضامند ہو جائے۔ لیکن ایلا نے ایک "نہ" ایسی سیکھی تھی کہ اس کے مقابلے میں کوئی دلیل کارگر ہوتی ہی نہ تھی۔ یہ بھی نہیں کہ بردں کی کمی تھی۔ ایلا چشم بد دور حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کے اعتبار سے لاکھوں میں انتخاب تھی۔ اس لئے کئی لڑکوں نے کوشش کی اور بڑی بڑی منت سماجت اور سفارشی چٹھیاں بھی موصول ہوئیں لیکن ایلا کی سرکار سے نامنظوری کے سوا اور کوئی حکم صادر ہی نہیں ہوتا تھا۔ لڑکی نے امتحان بھی پاس کر لئے پھر بھی کنواری کی کنواری ہی رہی اور آخر جب نریش چند موت کی نیند سو گئے ہیں اس وقت

بھی ایلا میں بیاہی تھی۔

نریش کے چھوٹے بھیا سریش اپنے بڑے بھائی ہی کے ٹکڑوں پر پل کر جوان ہوئے تھے۔ نریش نے انہیں پڑھایا لکھایا اور گو مایا مئی نے نریش کو طعنے بھی دیئے پھٹکارا بھی اور بعض دفعہ ذلیل بھی کیا لیکن نریش ہمت کے ایسے پورے تھے کہ انہوں نے اپنے بھائی کو جہاز سے ترقی لے کر ولایت بھیج دیا۔ ولایت سے واپس آکر نریش ڈاک خانہ میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائض ہو گئے۔ نریش کی وفات کے بعد ایلا کا بوجھ انہیں پر پڑا۔

سریش کی بیوی مادھوی کا منی سی مورت پڑھی لکھی سلجھی ہوئی طبیعت کی عورت تھی۔ لیکن ان سب کے باوجود مذاق کچھ بہت پایا تھا۔ اب سریش بابو کو اپنے سرکاری فرائض کی انجام دہی کے لئے گاؤں گاؤں اور شہر شہر گھومنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے وہ گھر سے اکثر غائب رہتے تھے۔ اس حالت میں گھر کی دیکھ بھال کرنے اور مجلسی زندگی میں سریش بابو کی ناک بچانے کے لئے تمام تر فرائض مادھوی ہی کے کندھوں پر تھے۔ کچھ دنوں کے تجربے سے مادھوی ملنے ملانے اور آنے جانے کے مغربی طور طریقوں سے اچھی طرح واقف ہو گئی یہاں تک کہ وہ انگریزوں کی محفلوں میں ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول کر اور تبسم آمیز ہنسی کی مدد سے کام چلا لیتی تھی۔

ایلا اس وقت سریش بابو کے گھر میں وارد ہوئی جب سریش کسی قصبہ علاقے میں مقیم تھے۔ ایلا کے آجانے سے اس کا چچا بہت خوش ہوا۔ کیونکہ ایلا حسن و جمال اور محاسن ذہنی کے زیور سے آراستہ تھی۔ وہ پڑھی لکھی تھی اور سماجی خوبیاں اس کے خمیر میں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے چچا

ان خوبیوں کو اپنے دوستوں کے سامنے اچھالنے اور اپنے خاندان کی تعریف سُننے کے لئے ہر وقت بے چین سے رہنے لگے۔ لیکن ایلا کی دوربین اور دُور بین نگاہیں تاڑ گئیں کہ یہ بے جا محبت کسی طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ اس طوفان کا دیباچہ تو ہو گیا تھا۔ ایلا کے آتے ہی مادھوی نے آرام کرنے کے بہانے کہہ دیا تھا "میرا تو پیچھا چھوٹا خدا خدا کر کے ——— یہ مغربی سماج کے اُوکھے لوازمین میرے بس کا روگ نہیں تھے اور نہ ہی مجھ سے کئے جاتے ہیں بھلا کیسے ہوں نہ عقل نہ علم مجھ میں"

یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر ایلا نے ایسی چال چلی جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ اس نے کچھ منہ سے کہا بھی نہیں اور اپنی زندگی میں اتنا ہمیہ اور اتنی مصروف پیدا کرلیں کہ سماجی زندگی کے خلاف ایک اچھا خاصہ محاذ قائم ہو گیا۔ سرلیش کی ننھی لڑکی سُرما کو کی تعلیم و تربیت اس نے اپنے ذمے لیا اور باقی وقت میں ایک نظم اور ادبی مضمون لکھنا شروع کیا جس کا نام تھا "بنگلہ کے گیت اور چاسر کی نظمیں" یہ موضوع سرلیش کو بے حد پسند آیا اور وہ جس محلس جس سوسائٹی میں بیٹھتے اُسی کا ذکر کرتے مادھوی نے ایک دن ناک چڑھا کر کہا۔

"ہر چیز مناسب ہی ہو تو اچھی لگتی ہے۔ جھٹ سے سُرما کو اس بے چاری کے گلے کا ہار بنا دیا۔ اُدھر ماسٹر نے کیا تصور کیا تھا جو اس کا پتہ کاٹ دیا۔ تم کچھ بھی کہو لیکن ———

سرلیش حیران ہو رہے تھے آخر ضبط نہ کر سکے اور بات کاٹ کر بولے "بے میں نے کہا مضمون کی عقل کو تو خریت ہے نا! ——— یہ سُرما اور اُدھر ماسٹر کا کیا مقابلہ کرنے لگیں آپ؟ ——— کوئی تُک بھی ہو؟

"کتابیں اور خلاصے رٹ کے امتحان پاس کر لیا اور بن گئیں استانی
——— اونہہ" مادھوی کھٹا کھٹ کمرے میں چلی گئی۔

لیکن جس بخار کو نکالنے کے لئے اس نے یہ موضوع ڈھونڈا تھا وہ تو
وہیں کا وہیں رہ گیا۔ بات مادھوی کے ہونٹوں تک آتے آتے جیسے شرما
کے مڑ گئی ہو۔ وہ بات یہ تھی کہ ایلا اب نام خدا تیرھویں برس سے گزر کر
چودھویں میں داخل ہوئی تھی۔ اس کے لئے بر بھی تو ڈھونڈنا تھا اور بر کا ملنا
آسان نہیں جوئے شیر لانے کے مرادف تھا۔ ایسی صورت حالات میں اگر ایلا
اور شرما دونوں کنارے سے کنارہ ملائے رہیں۔ تو شرما کے لئے مواقعات
بہت ہی کم رہ جائیں گے۔ وجہ یہ کہ جب لڑکوں پر نئی نئی جوانی آتی ہے تو یہ لڑکے
لوگ عقل کو اکثر کمروں کے سجانے اور بالوں خوبصورت بنانے ہی میں استعمال کرتے
ہیں اور کسی جگہ اور بالخصوص شادی بیاہ کے معاملے میں استعمال کرنے کی ضرورت
ہی نہیں سمجھتے بس سفید چمڑی دیکھی اور لگے تعریف میں زمین آسمان کے قلابے
ملانے ——— یہ لوگ کیا جانیں حسن اور حسن کی خوبیاں۔ یہ باتیں وہ
دبی ہوئی سانس کے ساتھ سوچتی اور پھر ایک لمبی آہ بھر کر دل ہی دل میں کہتی۔
"لیکن یہ سب کچھ کیوں کیسے ——— اگر مرد گھر کے معاملات میں اندھے
نہ ہوتے تو بھگوان کیا بادلے تھے کہ عورتیں پیدا کرنے کی سر دردی مول لیتے
خواہ مخواہی اس سوچ بچار کا نتیجہ یہ ہوا مادھوی کو صرف ایک راستہ دکھائی
دینے لگا اور وہ یہ تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ایلا کی شادی کر دی جائے۔ اس
بارے میں زیادہ دوڑ دھوپ بھی نہ کرنی پڑی شہد دکھایا اور مکھیوں کے
جھنڈ کے جھنڈ طواف کرنے لگے۔ ایسے اچھے اچھے لڑکے آئے ہیں کہ مادھوی
جی ہی جی میں شرما کی سنگنی کر دینے کے لئے للچانے سی لگی۔ لیکن تیاگ یہ تھی

کھاونچی ناک والی ایلا کو کوئی پسند نہیں آتا تھا۔ یہ ضد نہ تھی بلکہ بچپن تھے۔ اور سریش اس بچپن کے سخت خلاف تھے۔ وہ کسی طرح بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ اتنی عمر کی پڑھی لکھی سمجھدار لڑکی ایک اچھے خاصے بر کو بلا وجہ ٹھکرا دے۔ سریش بابو کی چتونیں تاڑ جانے کی مہارت ایلا کو بھی کافی سے زیادہ بہم پہنچ چکی تھی اور وہ بھی سمجھنے لگی تھی کہ چچا اب اُسے بھی بوجھ سمجھنے لگے ہیں۔

سریش کے گھر میں وہی بحرانی دور تھا کہ اندرناتھ آ پہنچے۔ بنگال کے طلباء میں یہ بے حد مقبول تھے اس کے علاوہ کہا جاتا تھا کہ یہ تعلیمات کے ماہر ہیں۔ اس شہر میں جہاں سریش بابو مقیم تھے اندرناتھ کا آنا ایک طوفان کے آنے سے کم نہ تھا۔ چاروں طرف انہیں کے چرچے ہوتے تھے۔ ہوتے ہوتے یہ خبر سریش کے کانوں تک بھی پہنچ گئی اور انہوں نے بھی شہر کے معززین میں سے ایک ہونے کی حیثیت سے اس بڑے آدمی کو گھر میں مدعو کیا۔ اس وقت ایلا کا تعارف اندرناتھ سے کسی نے نہیں کرایا تھا لیکن ایلا تھی بے مہار، بے دھڑک آئی اور بالواسطہ اندرناتھ سے بولی "مجھے بھی اپنے کام میں شریک کر لیجئے ایں شاید آپ کی مدد کر سکوں۔"

موجودہ دور میں تو لڑکیوں کی اس بے باکی کو خاص اہمیت نہیں دی جاتی لیکن اندرناتھ کی تربیت میں رجعت پسندانہ اخلاق و عادات کا خاصہ دخل تھا۔ وہ اس بیباک طرزِ تکلم پر چونک پڑے اور بولے:۔

"کلکتے میں لڑکیوں کے لئے نارا ینی ہائی اسکول کھولا گیا ہے اگر آپ چاہیں تو اس کے چلانے کی ذمہ داری آپ کے ہاتھوں میں دی جا سکتی ہے۔"

"آپ کلی اعتماد کر سکیں گے مجھ پر؟"

اندرناتھ نے اپنی شفاف آنکھوں سے ایلا کے چہرے کے ہر پہلو کو ٹٹولتے ہوئے کہا "مجھے آدمی کی صورت دیکھ کر اس کی قلبی گہرائیوں میں اترنے کی

خاص مہارت ہوگئی ہے۔ مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ہماری احیاءِ ثانیہ کا پیغام بن کر آئیں گی ——— جدید خیالات اور بلند زعمات کا مجموعہ ہے آپ میں" آنند ناتھ کے منہ سے تعریف کا یہ طوفان سن کر ایلا کا چھوٹا سا دل دھڑک اٹھا وہ بولی "آپ کے الفاظ نے تو مجھے سہما دیا۔ اتنی ہمت افزائی نہ کیجئے کہ آپ کے خیالات کا صحیح بننے کی کوشش ہی میری کمر توڑ دے۔ جہاں تک مجھ سے ممکن ہو سکے گا میں آپ کے اصول و مقاصد کی عزت کروں گی۔ لیکن یہ نہیں چاہتی کہ آپ کے بلند نظریئے میرے اپنے بن سکیں گے یا نہیں"

آنند ناتھ نے اپنی آنکھیں ایلا کی آنکھوں گاڑ دیں اور بولے۔

"لیکن یہ رستہ بڑا دشوار گزار ہے ایلا بیٹی ——— آپ کو عہد کرنا پڑے گا کہ آپ شادی نہیں کریں گی۔ آپ کی ذات آپ کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ملک اور قوم کا مشترکہ سرمایہ ہے"

ایلا جوش سے کھڑی ہوگئی اور بولی۔

"میں عہد کرتی ہوں"

چچا نے بھتیجی کے ان بلند خیالات کی داد دی۔

"میں تمہیں کبھی شادی کے لئے نہ کہوں گا بیٹی۔ اسی محلے میں لڑکیاں جمع کروا سپنا کام شروع کر دو۔ پہلے خیرات گھر ہی سے شروع ہو تو کیا حرج ہے"

لیکن چچی اپنے خاوند کی اس بے وقوفی سے بہت جز بز ہو کر بولیں۔

"اب بھگوان کی کرپا سے ایلا بڑی ہو چکی ہے۔ اب وہ اپنی نیکی بدی خود سوچ سکتی ہے۔ آپ خواہ مخواہ کو کیوں ٹانگ اڑاتے ہیں۔ دل میں آپ خواہ کتنی ہی گالیاں دیں مجھے مگر سنسار میں کوئی شرم نہیں رہ سکتی کہیں"

بار اب مجھ سے نہ اٹھایا جائے گا۔"

ایلا نے چچی کا اشارہ سمجھ لیا اور مستقل مزاجی سے کہا۔ "مجھے اب کام مل گیا ہے۔ میں کام پر ہی جاؤں گی" اور ایلا اپنے کام پر چلی گئی۔

پانچ سال آنکھ جھپکتے میں بیت گئے۔ افسانے کی کروٹوں نے ایلا کی کہانی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

جرعۂ اوّل

منظر:۔ ایک قہوہ خانہ جس کے ساتھ ایک چھوٹا سا کمرہ ملحق ہے اس کمرے میں اسکول اور کالج کی کچھ درسی کتابیں فروخت کے لئے سجی رکھی ہیں۔ ان کے ساتھ ہی مغربی زبانوں کے کچھ ناول اور ڈرامے بھی موجود ہیں۔ یہ دوکان غریبوں اور امیروں سبھی کے لئے یکساں طور پر کھلی رہتی ہے امیر گھرانوں کے لڑکے اپنے مذاق کی کتابیں خرید لے جاتے ہیں اور مالک دوکان شکریئے کے ساتھ پیسے لے لیتا ہے۔ غریب لڑکے محض کاغذ الٹ پلٹ کر اپنے دل کی حسرت نکال جاتے ہیں اور دوکاندار اعتراض نہیں کرتا۔ اس دوکان کے مالک کنھیا لال گیت پنشن یافتہ پولیس انسپکٹر ہیں۔

دوکان کے سامنے جرنیلی سڑک ہے اور بائیں طرف بغل ہی میں ایک چھوٹی سی گلی ہے۔ اس کمرے میں ایک طرف ایک پھٹے پرانے ٹاٹ کا پردہ لٹکا کر کمرے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جو حضرات علیحدگی میں چائے پینا چاہتے ہیں۔ وہ اسی پردے کی اوٹ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ آج اسی

اوٹ کے پیچھے کسی خاص دعوت کا اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ اسٹول اور کرسیوں
کی کمی جو اس قہوہ خانہ میں ازل سے چلی آتی ہے پوری کرنے کے لئے دار جیلنگ چا
کی کمپنی کے نشان والے بکس رکھ دیئے گئے ہیں۔ چائے کی پیالیوں میں بھی کوئی
ہمواری نہیں۔ کوئی نیلے رنگ کی ہیں تو کوئی سفید۔ کسی کی موٹھ غائب تو
کسی کا کنارہ بھرا ہوا۔ اس کے علاوہ آج ٹوٹی پھوٹی تپائیوں پر بھی رونق
ہے ٹوٹے ہوئے دودھ دانوں سے گلدانوں کا کام لیا گیا ہے اور یہ سامان
آرائش کئی جگہ پر رکھا ہوا نظر آرہا ہے۔ کالج کے لڑکوں نے ایلا دتی کو اس ہوٹل
میں چائے پر مدعو کیا تھا اور اہتمام سے تاکید کی تھی کہ پورے اڑھائی بجے
پہنچ جائیں۔ چائے کا انتظام خاص طور پر ایسے وقت کیا گیا تھا جس وقت
اکثر قہوہ خانے میں الو بولا کرتے ہیں۔ چائے پینے والوں کا اژدہام ساڑھے چار
بجے کے بعد ہوا کرتا ہے۔ ایلا ٹھیک وقت پر پہنچ گئی لیکن اسے یہ دیکھ کر
سخت تعجب ہوا کہ لڑکوں میں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ وہ اکیلی ہی بیٹھی عقلی
گھوڑے دوڑا رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ شاید تاریخ سننے میں غلطی ہو گئی
ہو۔ یکایک امرناتھ قہوہ خانہ میں داخل ہوئے۔ ایلا کو قطعاً ان کے آنے کی
امید نہ تھی۔

امرناتھ نے اپنی عمر کا خاصہ حصہ ولایت میں صرف کیا تھا اور اُن کے
پاس ہزاروں پروفیسروں کے اچھے اچھے پروانے تھے۔ جن کی مدد سے وہ
اچھا عہدہ پا سکتے تھے۔ لیکن مصیبت یہ ہوئی کہ انگلستان میں قیام کے
دوران میں ان کی صاحب سلامت ایک نام نہاد ہندوستانی سیاستدان
سے ہو گئی تھی۔ یہ دھبہ ایسا تھا جس نے ان کی زندگی کے تمام سنہرے
خواب ملیامیٹ کر دیئے تھے لیکن پھر بھی آدمی ذہین تھے۔ اس لئے ایک

انگریز پروفیسر کی خاص سفارش سے انہیں ایک جگہ پروفیسری مل گئی تھی۔ مگر اندر ناتھ اس سے مطمئن نہ تھے۔ وجہ یہ کہ اس کالج کا منتظم پرلے درجے کا نااہل اور ناقدرشناس تھا۔ قدم قدم پر انہیں روکاوٹیں تھیں۔ معمل کا تو کچھ پوچھئے مت بس نام ہی نام تھا۔ اسی وجہ سے اندر کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ہندوستان عمر بھر ترقی نہیں کر سکتا۔

اندر ناتھ نے قہوہ خانے میں آتے ہی پوچھا "ایلا ——— تم یہاں؟"

"اپنے لڑکوں کو میرے یہاں آنے سے منع کر دیا ہے ——— اور لڑکوں نے مجھے یہاں دعوت دی ہے۔"

"ہاں ——— اس کی خبر مجھے مل گئی تھی اور میں نے فوراً ان شیطانوں کو کاموں میں مصروف کر دیا۔ ان سب کی طرف سے معذرت ہی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس کے علاوہ آپ کی چائے کے اخراجات کا بھی کفیل مجھ کو ہی ہونا ہے۔"

"واہ یہ کیا ستم ہے آپ نے میری دعوت کا ستیاناس کر دیا۔"

"تمہارا دل لڑکوں کے ساتھ ملنے جلنے کو چاہتا ہے۔ میں اس جذبے کو دبا دینا چاہتا ہوں ——— کل دیکھنا ——— میں نے تمہارے نام سے ایک مضمون بھیج دیا ہے۔"

"آپ کا لکھا ہوا مضمون تو فوراً پہچان لیا جائے گا اور اگر یہ سب فرضی نام سے ہوا تو لوگوں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔"

"بچاؤ کر لیا ہے۔ بائیں ہاتھ سے لکھا ہے اور اس کے علاوہ اس میں کوئی ایسا بلند مضمون بھی نہیں۔ محض نصائح ہیں۔"

دکیسی"

"یہی ــــــــــ کہ لڑکوں میں یہ بیداریوں کا شعور بہت قبل از وقت ہے اور لڑکیوں کو اس کی روک تھام کرنی چاہیئے۔ لڑکوں سے لڑکیوں کا نفرت کرنا اور خالی خولی پھٹکاریں بتانے سے کام نہیں چلے گا۔ یہ کام اس وقت پورا ہو سکتا ہے جب اُن کے اڈوں میں مل جل کر ان کی کمزوریوں کو پکڑا جائے اور ان کمزوریوں پر ضرب لگائی جائے۔ نکتہ چین اور معترض عورتوں کی اس حرکت پر اعتراض تو کریں گے لیکن عورتوں کو اس اعتراض سے بے پرواہ ہو کر اپنی زندگی کی ساری قوتیں اِسی ایک جہاد کے لئے وقف کر دینی چاہئیں عورتیں مائیں ہیں اس لئے ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کے قصوروں پر پردہ نہ ڈالیں بلکہ جو سزائیں قدرت انہیں دیتی ہے انہیں اپنے سر لیں۔ اور مردانہ وار انہیں برداشت کریں اِس جد و جہد میں اگر موت بھی آ گئی تو موت بامعنی ہو گی۔ یہ اور اسی قبیل کی چند اور باتیں بڑے دردناک انداز میں لکھی ہیں امید ہے کہ مائیں جب پڑھیں گی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں گے۔ میرا خیال ہے یہ مضمون بڑے معرکے کا ہے اور اگر تم مرد ہوتیں تو کم از کم رائے صاحبی کا خطاب تو کہیں گیا ہی نہیں تھا۔"

"لیکن میرے خیالات اور ان خیالوں میں زمین آسمان کا فرق ہے" اندریلا نے حیران ہو کر کہا "میں تو نہیں کہتی کہ مجھے اِن لڑکوں سے کوئی دلی لگاؤ ہے ــــــــــ وہ لڑکے جو ایک لڑکی کا دل اچک سکتے ہیں آج کل ہیں ہی کہاں؟ ــــــــــ میں خود اُن کے ساتھ کالج میں پڑھی ہوں۔ پہلے تو یہ بے وقوف میرے نام کے ساتھ عجیب عجیب قسم کی الٹی سیدھی باتیں تختۂ سیاہ پر لکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد ان لڑکوں نے میرا نام

چھوٹی الائچی رکھا۔ جب میں کہیں سے گزرتی تو چاروں طرف سے چھوٹی الائچی۔ چھوٹی الائچی کے نعرے بلند ہونے لگتے جب میں ان کی طرف دیکھتی تو یہ بھیگی بلی بن کر چھت کی طرف دیکھنے لگتے۔ فورتھ ایر میں میرے ساتھ ایک لڑکی پڑھتی تھی۔ اس کا نام تھا اندورانی ——— اندورانی کے لئے بڑی الائچی کا نام تجویز ہوا۔ وہ بیچاری قد میں کچھ بڑی تھیں اور رنگ بھی دھندلایا سا تھا۔ ان چھوٹی موٹی شرارتوں سے دوسری لڑکیاں اکثر خفا ہوتیں اور نوبت شکایت تک بھی پہنچ جاتی لیکن میں ہمیشہ لڑکوں ہی کی بات کرتی۔ میں سمجھتی تھی کہ لڑکوں کی نگاہ میں ہم کو عجیب مخلوق تصور کرتی ہیں اس لئے ان کا طرزِ عمل بعض اوقات بدتہذیبی کے قریب ہوتا ہے اور بعض اوقات بھدا بھی ہو جاتا ہے۔ اور جب آنکھیں مانوس ہو جاتی ہیں تو ان کے طرزِ عمل میں بھی شرافت اور اخلاق آجاتا ہے۔ چنانچہ کچھ ہی دنوں میں چھوٹی الائچی کی جگہ "ایلانچی" نے لے لی۔ دھیرے دھیرے بعض لڑکوں کے طرزِ تکلم میں مٹھاس پیدا ہو گئی ——— اور ہونی ہی۔ قدرتی امر تھا لیکن میں نہ ان کے بہیمانہ طرزِ عمل سے خوف زدہ ہوئی تھی اور نہ ہی ان کے اس انقلاب سے مجھے خوف ہوا۔ میرا تجربہ ہے لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں دوستانہ تعلقات قائم کر سکتی ہیں بشرطیکہ وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر خطرناک کھیلوں میں مشغول نہ ہو جائیں انہیں میں آہستہ آہستہ وہ لوگ بھی نظر آنے لگے جن کی طبیعت میں ذلت کا مادہ بہت کم تھا اور جو عورتوں کو بھی مردوں کی طرح عزت کی ——— سے

یعنی کلکتے کے ان لڑکوں کی طرح جو عورت کو عورت نہیں بلکہ ایک ساتھی ———

"ہاں وہی لڑکے ——— ان میں بعض لڑکے میری عزت کی حفاظت کے لئے جان تک لڑا دینے پر تیار ہو گئے۔ ان میں سے اکثریت ان لڑکوں کی تھی جو میری طرح گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اگر یہ لوگ اسے ایک نظریے کے لئے جان تک قربان کر دینے پر تیار ہو گئے تھے تو قدرتی طور پر میرے دل میں بھی یہ خواہش ہوئی کہ میں بھی گھر کے کونے میں بیٹھ کر زندہ در گور نہ رہوں بلکہ کفن لپیٹ کر میدان عمل میں کود پڑوں۔ جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں ہمارا منتہائے نظر نظریہ کی بجائے کچھ اور ہی بنتا جاتا ہے۔ سانس میں نشے کی سی قوت آتی جا رہی ہے۔ ہم کام کرتے ہیں بین امر پیچ سوچے بغیر ——— اندھا دھند دیوانہ وار ——— مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔ میں برداشت نہیں کر سکتی کہ اتنے بہادر ——— جری اور خود فراموش لڑکوں کی قربانی اس طرح کر دی جائے"

"اسی کا نام تو کمزوری ہے۔ کورو کھشیتر کے میدان میں ہی کمزوری ارجن کے دل میں پیدا ہوئی تھی اور اس نے اسے رحم و کرم اور رنج و افسوس کا جذبہ سمجھا تھا۔ میں نے جب ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے کالج میں قدم رکھا۔ تو سب سے پہلے مجھے مردے چیرنے پڑے۔ پہلے پہل مجھے ایک کراہت ایک گھن سی محسوس ہوئی تھی۔ اور یہ جذبات اتنی شدت سے ابھرے تھے میرے دل و دماغ میں کہ میں بے ہوش ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کراہت کے ہی جذبات سب سے زیادہ کر تیکھ ہیں۔ کسی کام کے آغاز کے لئے سختی اور بے رحمی کا برتاؤ لازمی ہے۔ یہی بے رحمی کچھ دنوں کے بعد رحم بن جاتا ہے ——— تم کہا کرتی ہو کہ عورتیں مائیں ہیں ——— لیکن میں کہتا ہوں عورت کا ماں ہونا عورت کے لئے کسی فخر کا موجب نہیں بن سکتا۔

بھی یہ کہنے کے لئے بڑی دقتوں سے اپنے نطق میں ہمت پیدا کی تھی۔

اندر ناتھ صرف قبول صورت ہی نہیں تھے بلکہ ان کے چہرے پر ایک خاص قسم کا جلال تھا۔ ایک خاص قوت کی چمک ——— جیسے اس کی روح کی گہرائیوں میں کہیں دور ایک تنا و تیز بجلی بنا رہی ہو۔ جس کی گرج سنائی نہیں دیتی لیکن جو لحظہ بہ لحظہ اپنی چکا چوند کر دینے والی چمک دے جاتی ہو ——— ایک تیز چمکتی ہوئی تلوار کا دبدبہ ——— ایک پر شکوہ رعب۔ وہ بڑی سے بڑی بات کہنے میں کبھی نہیں ہچکچائے ہنس کر بات کرتے ہیں۔ آواز کبھی غصے سے بھی بلند نہیں ہوتی۔ غصے کا اظہار ہنسی میں ہوتا ہے۔ بال اتنے چھوٹے چھوٹے ہیں کہ اگر ان کی دیکھ بھال نہ بھی کی جائے تو ان کے بگڑ جانے کا کوئی احتمال نہیں۔ رنگت بادامی ہے لیکن اس میں سُرخی کی آمیزش ہے۔ لمبی لمبی ابروؤں پر پھیلی ہوئی ایک وسیع پیشانی آنکھوں میں ذہانت کی بجلیاں لہرا رہی ہیں اور ان کی سب سے بڑی قوت یہ تھی کہ وہ بڑے سے بڑا اور نا قابل یقین دعوے انتہائی آسانی اور بڑے قدرتی طریقے سے کر جاتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ان کا کوئی دعوے بے معنی نہیں ہوتا کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو دعوے کو سمجھے بغیر اس خیال میں رہتے ہیں کہ ان میں غیر معمول فہم و دانش ہے، کسی کا خیال ہے کہ ان میں بے پناہ روحانی طاقت ہے کسی کا دل فرط عقیدت سے ان کی طرف مائل ہے اور کوئی بے وجہ خوف سے ان کی صورت سے لرزتا ہے۔

اندر ناتھ نے ایک نیم خستہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "کون سی انصافی"

"اوما کو شادی کرنے کی اجازت دے دی اپنے اور وہ بیاہ کرنا چاہتی

نہیں"

"کون کہتا ہے وہ شادی کرنا نہیں چاہتی؟"

"وہ خود"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دل کا مفہوم ٹھیک طرح سے نہ سمجھ سکی ہو۔ یا وہ جان بوجھ کر چھپاتی ہو۔"

"اس نے خود وعدہ کیا تھا کہ وہ شادی نہیں کرے گی۔ عمر بھر کنواری رہنے کی قسم کھائی تھی۔ آپ بھی تو تھے۔"

"اس وقت... یہ سچ تھا لیکن اب نہیں رہا۔ جو حقیقت اس وقت حقیقت تھی اب نہیں ہے محض لفظ ہی حقیقت نہیں ہوا کرتے ایلادلپری۔ وہ بدعہدی کرنے کو تھی کہ میں نے خود اسے اجازت دے کر اس سنگین جرم سے بچا لیا۔"

"لیکن عہد کیا اس نے تھا اس لئے اس کی ذمہ داری پوری طرح سے اسی پر عاید ہوتی ہے۔ وہ اگر چاہتی تو توڑتی۔ چاہتی رکھتی۔ اس سے جرم کی ہیئت پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا۔"

"یہ درست ہے لیکن اگر وہ خود اس قسم کی کوئی حرکت کر جاتی تو دوسرے دل پر اس کا بہت بڑا اثر پڑتا۔"

"لیکن وہ تو اس بات سے خوش نہیں۔ وہ تو روتی رہتی ہے دن رات۔"

"اب اس کے آنسو جلد ہی پونچھ دیئے جائیں گے .... میں دو ہی ایک دن میں اس کا بیاہ کر دوں گا۔"

"لیکن اس کے رونے کا یہ علاج تو نہیں۔ اگر شادی ہو گئی تو ان آنسوؤں

کی بات بڑھ جائے گی۔"

"جس طرح صبح کے وقت بادلوں کے ہلکے ہلکے ٹکڑے سورج کو اپنی آغوش میں چھپا لینے کے لئے مچلتے ہیں اور پھر جلد ہی مان کر کبھی ادھر کبھی اُدھر چھپ جاتے ہیں۔ اسی طرح لڑکیاں بھی شادی سے پہلے رویا کرتی ہیں۔"

"آپ بہت ظالم معلوم ہوتے ہیں۔"

"قدرت جو انسان پر حکومت کرتی ہے بہت زیادہ ظالم ہے۔"

"آپ جانتے ہیں۔ اوما سکمار کی محبت میں گرفتار ہے۔"

"اس لئے الگ کر دینا چاہتا ہوں اُسے۔"

"تو یہ محبت کی سزا دی جا رہی ہے اُسے۔"

"یہ تو بے معنی سی بات کہہ دی آپ نے کہنے کو تو چھوٹی موٹی بیماریاں اور تکلیفیں بھی اپنے ہی کئے کی سزائیں ہوتی ہیں لیکن جب طاعون کی گلٹی نکل آتی ہے تو ماں باپ بھی گھر سے نکال کر مریض کو ہسپتال میں بھیج دیتے ہیں۔"

"اگر اُس کا بیاہ سکمار سے ہو تو پھر تو ٹھیک ہوگا۔"

"لیکن اُس میں سکمار بیچارے کا کیا قصور ہے۔ اُس جیسے گرمجوش لڑکے اور ہیں کتنے۔"

"اور اگر وہ خود ہی اوما کو اپنی رفیقہ حیات بنانے پر تیار ہو گیا تب؟"

"یہ بات امکانات میں سے ہے۔ اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ جتنی جلدی ہو سکے اوما کی شادی کسی اور سے کر دوں۔ سکمار بہت سیدھا سادا چاپ قسم کا لڑکا ہے۔ اس کے سامنے دو آنسو ٹپکا کر جھوٹ بولا جائے تو وہ فوراً اُسے صحیح سمجھ لے گا ——— اس لئے وہ جلدی لڑکیوں کے فریب

میں آجائے گا۔ لیکن تم خفا ہو رہی ہو نا ؟"

"اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے میں نے ہزاروں دفعہ دیکھا ہے کہ عورتوں کی اکیخت پر لڑکے بے چارے اچھل کھڑے ہوئے اور پھر سب ذمہ داریاں انہیں کے کندھوں پر آگئیں۔ لیکن اب وقت آگیا ہے کہ انصاف اور انسانی کے درمیان حدِ فاصل قائم کی۔ میں اسی حدِ فاصل کو قائم کرنا چاہتا ہوں یہی وجہ تو ہے کہ لڑکیاں مجھ سے جلتی ہیں۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جس لڑکے کو اوما کے پلو سے باندھا جا رہا ہے اس کا مذہب کیا ہے۔ اس کے خیالات کیسے ہیں ؟"

"اس بھلے مانس کا کوئی مذہب نہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ ہندوستانی عورت قدرت کا بہترین شاہکار ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کے قابل نہیں میں اُسے شادی کی ردی کی ٹوکری میں پھینک دینا چاہتا ہوں۔"

"لیکن جب یہ خطرہ موجود تھا۔ پھر کیوں آپنے عورتوں اور مردوں کو ایک ہی جگہ پر اکٹھا کر دیا ہے ؟"

"دنیا کو تیاگ دینے والے سنیاسی صرف جسم پر بھبوت ہی رما سکتے ہیں وہ ان خطرناک کاموں میں نہیں آسکتے۔ اسی لئے میں نے نوجوان دل و دماغ اکٹھے کئے ہیں جب دیکھوں گا کہ ان میں سے کوئی ناعاقبت اندیش جماعت کی قربانی کرنا چاہتا ہے اور اپنی سفلی خواہشات کو نہیں دبا سکتا اُسے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ بجھے ہوئے دل اس خوفناک تحریک کو نہیں چلا سکتے۔ اور نہ ہی یہ تحریک اُن لوگوں کے ہاتھ میں دی جا سکتی ہے جو لگی ہوئی آگ کو دبا دینا اور اس پر قابو پا لینا نہ جانتے ہوں۔"

ایلا بالکل خاموش بیٹھی اندرا نند کی طرف کچھ دیر تک تکتی رہی۔ پھر

اس کی آنکھیں خود بخود جھک گئیں اور وہ بولی " تو مجھے بھی جانے کی اجازت دیجئے "

" کیوں ؟ ـــــ اتنی جلدی کیوں ؟

" آپ نہیں جانتے کیا ؟ "

" یہ تو نہیں غلط فہمی کہ میں نہیں جانتا۔ تمہارے سادہ کھدر میں بھی رنگ گلکاریاں کرنے لگا ہے۔ میں سمجھ چکا ہوں کہ قلب و دماغ کے افق پر ایک رنگین سورج طلوع ہو رہا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ قدموں کی چاپ سن کر تمہیں اُمید ہو جاتی ہے کہ کوئی آیا۔ پچھلے جمعہ کو بھی جب میں تمہارے یہاں گیا تھا تو مجھے معلوم تھا کہ میرے پاؤں کی چاپ سُن کر تم نے کسی اور کو دیکھنے کی امید میں اپنی آنکھیں اٹھائی تھیں۔ شرماؤ نہیں ایلا ـــــ اس میں نامناسب بات کوئی نہیں ہے "

سرخی کی ایک لہر ایلا کے سارے چہرے پر کھنڈ گئی اور وہ چُپ چاپ دم سادھے بیٹھی رہی۔

" بات تو یہی ہے نا " امارناتھ نے پھر کہا، " تمہیں کسی سے پریم ہے۔ آخر تم آدمی ہو اور تمہارے سینے میں دل ہے۔ جو پتھر کا ٹکڑا نہیں جذبات کی پوٹ ہے۔ اور جس کے لئے تمہارا یہ معصوم دِل دھڑکا کرتا ہے۔ میں اُسے بھی پہچانتا ہوں۔ اس میں شرمندہ ہونے یا نادم ہونے کی کوئی بات نہیں "

" اپنے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں اپنے دل کو مضبوط ہاتھوں سے تھامے رہوں گی اور یکسوئی کے ساتھ کام کروں گی۔ لیکن میں دیکھتی ہوں کہ بعض حالات میں ایسا کرنا ناممکن ہوتا ہے "

" سبھی ایک طرح کے نہیں ہوتے ایلا۔ میں جانتا ہوں۔ محبت کا بھاری

پتھر تمہارے عزم و ارادے کو متزلزل نہ کر سکے گا۔ یہ میں نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔"

"مگر ــــــ"

"اس میں اگر مگر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم کسی حالت میں اور کسی طرح بھی چھٹکارا نہیں پا سکتیں۔"

"یہ تو آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کی جماعت کے لئے بالکل عضو معطل کی سی حیثیت رکھتی ہوں۔"

"ہر آدمی صرف کام ہی کے لئے نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی میں نے تمہیں کبھی کام کرنے پر مجبور کیا ہے۔ تم خود کیسے سمجھ سکتی ہو کہ تمہارے مہندی لگے ہاتھ اور مسّی لگے ہونٹ لڑکوں کے دل میں کس قیامت کی آگ لگا دیتے ہیں۔ یہ میں جانتا ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ خالی خولی تنخواہ پر تم سے کام بھی نہیں لیا جا سکتا۔

"آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی ہمت مجھ میں نہیں ہے ــــــ سچ کہتی ہوں۔ میرا پریم ــــــ مجھے ہی مجھ سے دور لئے جا رہا ہے۔

"اس میں کوئی خطرناک بات نہیں ہے۔ محبت سے تو جی کھول کر محبت کرو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ مادرِ وطن کو ماتا کا نام دینے والے لوگ خواہ بوڑھے ہی کیوں نہ ہو جائیں بچے ہی رہتے ہیں۔ وطن سفید داڑھی والے بچوں کی ماں ہی نہیں ہے بلکہ دیوی ہے ــــــ عورت اور مرد کے متحد ہو جانے ہی میں اس کی فلاح ہے۔ لیکن اس اتحاد کی جہتی کو گھریلو زندگی کے کانٹوں پر گھسیٹ لے جانا ہے۔ گھاٹ نہ اتار دو۔"

"تو پھر آپ اوما کو ــــــ"

"اوما اور کالو ——— یہ دونوں پریم دیوتا کے ایسے پجاری ہیں جن کی پوجا میں جان نہیں۔ وہ جب تک جنسی طور پر متحد نہ ہو جائیں اس وقت تک وہ اتحاد کے معنی نہ سمجھ سکیں گے۔ خیر اس بات کو چھوڑو۔ میں نے سنا ہے کہ پرسوں رات تمہارے گھر کسی چور نے آنے کی تکلیف فرمائی تھی۔"

"ہاں ——— چور آیا تھا۔"

"جاسوسی کی جو تعلیم تمہیں دی جا رہی ہے۔ اس سے کچھ فائدہ ملا نہیں؟"

"نیاس کہتا ہے کہ ڈاکو کی کلائی توڑ دی گئی تھی۔"

"دل میں ذرا بھی خوف نہیں ہوا تمہیں؟"

"ہوا تو ——— لیکن پھر دل میں آیا کہ کمزوری دکھانا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔ کہیں میری ہی عزت خراب نہ ہو جائے۔ اگر وہ جلدی اپنی شکست کا اعتراف کر لیتا تو میں شاید آخر تک اس کی اس کی کلائی نہ مروڑ سکتی۔"

"پہچانا بھی کہ وہ تھا کون؟"

"اندھیرا تھا دکھائی نہ دیا۔"

"اگر اندھیرا نہ ہوتا تو فوراً پہچان جاتی ——— وہ انادی تھا۔"

"آں ——— انادی ——— وہ اپنا لڑکا؟"

"میں نے خود بھیجا تھا اُسے۔"

"آپ نے ——— وہ کیوں؟"

"تمہارا بھی امتحان ہو گیا اور اس کا بھی۔"

"آپ بڑے ظالم ہیں۔"

"میں نیچے کے کمرے میں تھا۔ اور میں نے فوراً ہی اس کی ہاں میں ہاں ملانی ٹھیک کروی تم اپنے آپ کو بہت رحمدل، فیاض اور بردبار سمجھتی تھی لیکن میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ رحمدلی اور فیاضی فطری جذبات نہیں ہیں۔ جس طرح سونے کی صحیح پرکھ کٹھالی میں ہوتی ہے اسی طرح انسانی فطرت کی پرکھ مصائب ہی میں ہوا کرتی ہے۔ رحمدلی اور فیاضی جیسے شریف جذبے مصائب کے سامنے ہوا ہو جاتے ہیں۔ اس دن میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ بکری کے بچے کو پستول سے ماردو اور تم نے جواب دیا تھا کہ تم سے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن تمہاری پھوپھی زاد بہن نے دل کے اردگرد ایک بناوٹی بہادری کی چادر چڑھالی اور ہمت کر کے گولی ماردی۔ صرف اسی پر بس نہیں جب وہ مسکیاں مسکین جانور دھپ سے زمین پر آگرا تو اس نے اپنی مضبوطی قلب کا اعلان کرنے کے لئے ایک قہقہہ بھی لگایا ـــــــ لیکن یہ قہقہہ حقیقی نہ تھا۔ جذباتی قہقہہ تھا ـــــــ اپنی کمزوریوں کو چھپانے کا ایک بھونڈا طریقہ تھا۔ اُس رات اُسے نیند نہیں آئی۔ لیکن اگر بکری کے بچے کی جگہ شیر ہوتا اور گوشت کے اُس ممیاتے ہوئے ننھے سے لوتھڑے کی جگہ گرجتی ہوئی موت ہوتی تو بہادری اور رحمدلی کے درمیانی فرق کا تمہیں احساس ہو جاتا اُس وقت اگر تم ڈرپوک نہ ہوتیں تو گولی چلادینا مشکل نہ تھا۔ ہم جب تکالیف اور مصائب کو سامنے دیکھتے ہیں تو عفو ورحم کو ترک کر دیتے ہیں۔ ورنہ انسان خود کو محض جذباتی سمجھ کر ہمیشہ کے لئے مرجاتا ہے۔ سری کرشن نے ارجن کو یہی بات بتائی تھی کہ سنگدل اور بے رحم نہ بننا لیکن جب ادائے فرض کا سوال پیدا ہو تو اپنی

کمزوریوں کو رحمدلی اللہ کرم نوازی کی فضول آڑ میں چھپانے کی کوشش مت کرنا سمجھ گئیں؟

"سمجھ گئی۔"

"اگر واقعی سمجھ گئی ہو تو میرے سوال کا جواب دو ——— تم انہیں سے محبت کرتی ہو؟"

ایلا پتھر کی طرح ساکت و خاموش بیٹھی رہی۔

"اگر" اندر نے پھر کہا۔ "وہ اپنے کسی کرتوت کی وجہ سے ہم لوگوں کو کسی مصیبت میں ڈال دے تو تمہارے ہاتھ اس پر پستول چلا سکیں گے؟"

"ہاں" اخیر ایلا نے کہا، "یہ ناممکن ہے کہ ان کے کسی فعل و عمل سے ہمیں نقصان ہو۔ اس لئے ہاں کہ دینا کچھ مشکل نہیں۔"

"بالفرض اگر یہ ناممکن بات ممکن ہو جائے ——— تب!"

"الفاظ کے کچھ معنی نہیں ——— میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ کیا میں نے اس وقت تک اپنے آپ کو پوری طرح سے پہچان لیا ہے۔"

"پہچاننا پڑے گا ——— ہر طرح کے خطرات پر پورا غور و فکر کر لینے کے بعد اپنے آپ کو ہر قربانی کے لئے تیار کرنا ہی پڑے گا۔"

"میں ——— میں اب اس قطعی نتیجے پر پہنچی ہوں کہ آپ نے میرا انتخاب کرنے میں غلطی کی ہے۔"

"میں غلطی نہیں کیا کرتا ——— میں یقینی طور پر جانتا ہوں مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔"

"ماسٹر صاحب ——— بھگوان کے لئے میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔ انہیں کو آزاد کر دیجئے"

"مجھے کسی کو آزاد کر دینے یا قید میں رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ وہ خود قید میں ہے۔ اس کے خیالات نے اُسے باندھ کے ڈال دیا ہے۔ اس کے دل میں بے پناہ کشمکش جاری ہے اور یہ کشمکش اُس وقت تک رہے گی۔ جب تک اس کی خودداری اُسے منتہائے ذلت تک نہ پہنچا دے"

"آدمی کو پہچاننے میں کیا آپ نے کبھی غلطی نہیں کی"

"اکثر کرتا ہوں ——— بہت آدمی ایسے ہیں جن کی طبیعت میں دو متضاد قوتوں کا اجتماع ہے۔ دونوں بے حد متضاد بلکہ متصادم لیکن اس کے باوجود دونوں حقیقی اور ناقابلِ بطلان۔ ایسے لوگ خود اپنے لئے ایک زبردست معمہ ہوا کرتے ہیں"

دور سے ایک موٹی آواز سنائی دی۔

"اخوہ ——— کہئے بھائی صاحب کیسے مزاج ہیں"

"ارے کھنائی ہیں کیا ——— آؤ ——— آؤ"

"کھنائی خفیہ کمرے سے اندر آیا۔ یہ ادھیر عمر ——— پستہ قامت بھاری بھرکم آدمی ہے۔ داڑھی بنانے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ اس لئے چہرے پر جیسے چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔ پیشانی پر کے بال خاصے اڑ گئے ہیں اور ایک صاف چندیا نظر آنے لگی ہے۔ دھوتی کے اوپر کھدر کی ایک موٹی چادر ہے جس پر دھوبی کی عنایت ہوئے مدتیں بیت گئیں ہوں گی۔ دونوں ہاتھ جسم کی مناسبت سے چھوٹے ہی ہیں۔ لیکن چہرے سے انتہا کی مستعدی اور محنتی طبیعت معلوم ہوتی ہے۔ جماعت کے لوگ اکثر وقت

بے وقت اسی کھنائی کی چائے کی دوکان میں پیٹ کا بھاڑ جھونکنے کو آیا کرتے ہیں۔

کھنائی نے اپنی قدرتی طور پر میٹھی آواز میں گھگھیا کر کہا "بھائی صاحب باتوں کے تو ایسے دھنی ہو تم کہ اگر تمہیں سنتی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا لیکن آج معلوم ہوتا ہے۔ ایلا جیجی تمہیں بھی جیت جائیں گی۔" اندرناتھ نے قدرے ہنس کر کہا "ہم لوگوں کو ضرورت اسی کی ہے کہ بات کرتے رہیں۔ افراد کی ضرورت حفاظت اصول ہونے کے لئے ہے۔ ایلا خود اتنی باتیں نہیں کرتی جتنی دوسرے کو بولنے کے موقع دیتی ہے اس لئے یہ گفتگو کرنے کے لئے بہترین ساتھی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ —— ایلا جیجی اور بات نہیں کرتیں تمہارے سامنے ذرا گونگے کا گڑ چکھ لیا ہوگا انہوں نے ورنہ پناہ —— بات شروع کی نہیں تو باتوں کا جھکڑ چل پڑتا ہے۔ میں ذرا سنگلاخ دماغ کا آدمی ہوں لیکن ان کی باتوں میں کچھ عجیب طرح کا رس ہے۔ جہاں میرے کان میں بھنک پڑی کہ ایلا نے باتیں شروع کی ہیں بس میرا بھی کھانا وہیں گیا اور چلا اوٹ سے باتیں سننے۔ اب ذرا میری بھی بات سنو ایلا جیجی —— گلا ذرا خراب ہے اس لئے مختصر کہوں گا —— لیکن کہونگا پتے کی۔"

ایلا فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اندرناتھ نے کہا "جانے سے پہلے ایک بات جتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جماعت کے لوگوں کے سامنے میں تمہارے ہر فکر و عمل میں مین میکھ نکالا کرتا ہوں۔ اور اکثر یہ بھی کیا کرتا ہوں کہ شاید تمہیں بلا نوٹس یک قلم علیحدہ بھی کر دیا جائے —— کیا ہے —— تم انہیں کو چھوڑ سکتی ہو اور اس کے ساتھ کئی اور چیزیں بھی۔"

"ایک ہی بات کو بار بار کہنے سے بعض اوقات جھوٹ بھی سچ بن جایا کرتا ہے۔ آپ کیسے جان سکتے ہیں کہ اس خاص نکتے پر مجھے آپ سے اختلاف ہو۔

"اس کے باوجود مجھ کو تم پر شک کرنے کی وجہ نہیں ہے۔ اور پھر بھی تمہاری برائیوں کا ڈھنڈورہ پیٹا کرتا ہوں۔ مشہور ہے کہ تمہارا کوئی دشمن نہیں۔ لیکن اس کے باوجود جب میرے ہونٹ تمہارے خلاف زہر کے قطرے ٹپکاتے ہیں تم پر جان تک قربان کر دینے والوں میں سے سو میں سے پچھتر لوگ ایسے ہیں جو انہیں بڑی دلچسپی سے سنتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے نام جو چغل خوری کو پسند کرتے ہیں نوٹ کر لیتا ہوں کئی صفحات بھر گئے ہیں۔"

"لیکن اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ماسٹر صاحب۔ وہ لوگ برائیاں کرنا پسند کرتے ہیں۔ اس لئے کرتے ہیں۔"

"ہاں ـــــ لیکن تم نے کبھی اجات شترو لفظ سنا ہے۔ اس کے معنی ہوتے ہیں فطرت کے دشمن۔ یہ لوگ فطرت کے دشمن ہیں۔ ان کی یہی طبیعت وطن کی آزادی کی تمام کوششوں کو ملیامیٹ کرتی آئی ہے۔"

"بھائی صاحب!" کھنائی نے کہا "آج کا سبق بس۔ یہیں تک رہنے دیجئے باقی قسط کل ہوگی۔ ایلا جیجی آج تمہاری چارمیں جو رکاوٹ پڑی ہے اس میں تھوڑا بہت میرا بھی ہاتھ تھا لیکن اسے برا نہ ماننا۔ میری دکان پر تالہ پڑنے کا وقت آگیا ہے۔ اب تو شاید یہاں سے ڈیرہ کوچ کر کے سو دو سو میل دور جا کے نائی کی دکان کرنا پڑے گی۔ اس کی تیاریاں ابھی سے شروع کر دی ہیں مہادیو کی جٹائیں نچوڑ کر پانچ کنستر تیل نکلوایا ہے۔ ذرا سند دے دینا اس بات کی ـــــ لکھنا کہ اس تیل کو لگانے کے بعد بال یکدم لمبے ہو

جاتے ہیں یہاں تک کہ جوڑا باندھنا مشکل ہو جاتا ہے اور چوٹی کو نکالنے کیلئے دوش بھی ادیری کی سی طاقت چاہیئے"

ایلا اٹھی اور جاتے جاتے دروازہ کے قریب سے مڑ کر بولی۔

"آپ کی بات یاد رہے گی ———— اس لئے ابھی سے تیار رہتی ہوں تاکہ جب آپ مجھے بھی علیحدہ ہو جانے کا حکم دیں تو دل میں کسی قسم کی کوئی کسک محسوس کئے بغیر علیحدہ ہو جاؤں"

"ایلا جب چلی گئی تو اندر ناتھ کھنائی کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔

"آج تم پریشان نظر آتے ہو کھنائی ———— کیا بات ہے"

"ابھی ابھی ———— وہ سڑک کے سامنے والی میز پر چند اوباش لڑکے بیٹھے اپنی بہادری کی ڈینگیں مار رہے تھے۔ آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ جان بل ہی کے بچھڑے ہیں میں نے ان کے حلیئے بتا دیئے ہیں۔ اور تھانے میں رپورٹ درج کرا دی ہے"

"غلط تو نہیں سمجھ لیا کہیں"

"غلطی تو خیر کیا ہوتی۔ شک ہوا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ شک کیا جائے اور اس کی پرکھ نہ کی جائے۔ بڑی بات ہے۔ اگر تو وہ لوگ سولہ آنے کودن ہوئے تو ان کا بچنا محال ہے اور اگر ہوئے چالاک تو پھر ان کی ہوا کی طرف بھی کوئی دیکھ نہ سکے گا۔ یہ شیطان بڑے زوروں میں حکومت پر نکتہ چینی کر رہے تھے اور نظام کو درہم برہم کر دینے کے لئے خون کی ندیاں بہانے کی قسمیں کھا رہے تھے۔ ایک دن شام کے وقت کھانا اور غلہ لئے روپے پیسے کا حساب کر رہا تھا کہ ایک لڑکا آیا اور کان میں بولا۔ پچیس روپے چاہئیں دیناج پور کا ٹکٹ لینا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے ماموں کا نام بھی بتایا

تھا۔ مجھے آگیا تاؤ اور میں نے گرج کر کہا "شیطان تیری یہ ہمت۔ ٹھہر ابھی جیل بھجواتا ہوں تجھے تو۔ میرے پاس وقت نہ تھا ورنہ اسی روز جھگڑا پاک کر دیتا۔ تمہاری جماعت کے چند نوجوان وہیں کونے میں بیٹھے تھے۔ مجھ پر برس ہی تو پڑے اور تاؤ میں آ کر سب نے اس لڑکے کی مدد کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ لیکن میزان ملایا تو کل تیرہ آنے تھے۔ سارا مجمع جتھا ٹکیہ پائی نہ بڑھ سکا۔ لڑکے نے میری صورت دیکھی تو نہ ہاں کی نہ نہ چپکے سے لپکا ہوا"

"دیکھتا ہوں تمہارے ڈھکنے سے خوشبو اڑنے لگی ہے ___ مکھیاں بھنبھنانے لگی ہیں ابھی سے۔"

"میری ماؤ بھائی صاحب۔ یہ اپنی جماعت کے لڑکوں کو کہیں دور دور پھیلا کر کسی کام میں لگاؤ۔ تاکہ بیکار نہ رہنے پائیں۔ معاش کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ہونا چاہیئے ہر ایک کا۔"

"دلی کا راستہ نہ ہی بتاتے ہو کہ کوئی کام بھی کر دو گے۔ کسی کام میں لگاؤ انہیں۔"

"زمانہ ہوا ___ ذرا مصروف رہا ہوں اس لئے کچھ کر نہ کر سکا۔ کویراج مادھو سنجار کی گولیاں بیچتا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس میں تین چوتھائی کونین ہے یہی گولیاں رنگ کر اور نام و لیبل دونوں کا بدل۔ اس کام کے لئے تھوڑا جوڑ توڑ کرنا ہوگی۔ پرنسپل سین کے ہاتھوں میں کمزلیس کا لیک بیگ دے دیا جائے گا۔ اور اسے اس کام میں مشغول کر دیا جائے گا۔ یہ تمہارا نورا پن ملیچھ۔ بس بس ہی ہے۔ ذرا شرم دور کر دے اور پھر دیکھنے لگے۔ سات دھاتیں تو خیر پرانا قصہ ہے نئی دھاتیں اور ملا دی جائیں گی۔ پرانے رشیوں

اور اپنے سائنسدانوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دینا لفظوں ہی لفظوں میں —— کوئی بڑا کام نہیں ہے جگ بندھو سنسکرت کے اشلوک تو جانتا ہی ہے ذرا بلند آواز سے پکارنے لگے تو یہ ثابت کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا سچا نکیہ بنگال کے پتر کونا میں پیدا ہوئے تھے۔ میری پیدائش بھی وہیں کی ہے لہذا طب کی ڈوبتی نیا کو بچانے کے لئے چانکیہ نے پھر روپ دھارن کیا ہے۔ اس پر سائل جرائد میں گرما گرم بحث ہونے دو اور آخر میرے پر دادا کے ٹوٹے پھوٹے مکان چانکیہ کی ہزارویں یا دو ہزارویں برسی مناؤ۔ وہ تمہارا ڈاکٹر تارنی ہے اُسے سے نارل سیتلا مندر کے لئے چندہ جمع کرنے پر جوڑ دو۔ وہ اس طرح محلے والوں کی نیند حرام کرتا رہے۔ سب سے بڑھ کر اپنے ان بلند قامت جھلجو لڑکوں کے لئے کوئی نہ کوئی شغل ڈھونڈ لو۔ کوئی انہیں احمق کہے گا اور کوئی کامیاب "تاجر —— !"

اناد ناتھ نے ہنس کر کہا۔

تمہاری باتیں سُن کر جی میرا بھی چاہتا ہے کہ کوئی دھندا سمیٹ لوں۔ دیوالیہ ہونے کے لئے نہیں محض لوگوں کی نفسیات کا مطالعہ کرنے کی غرض سے ؟

"تم جو تجارت اب کر رہے ہو بھائی صاحب! کھنانی بولا" اس کا ایک نہ ایک دیوالہ تو پٹے ہی گا۔ جن کو تم دیوالیہ کہتا ہے ان کے نقصان کی یہ وجہ نہیں ہوتی کہ وہ نفع و نقصان سمجھ نہیں سکتے۔ بات یہ ہوتی ہے کہ انہیں نقصان اٹھانے میں کچھ ایسا مزا آتا ہے کہ وہ برابر نقصان اٹھاتے رہتے ہیں اور وہ رسنہ نہیں چھوڑتے۔ لیکن فی الحال اس موضوع پر بات نہیں کرتا۔ ایک سوال کا جواب دو۔ ایلا بے حد خوبصورت ہے —— ایسی قبول صورت لڑکیاں بار

بار ہضم نہیں کیا کرتیں۔ یہ مانتے ہو؟"
"ماننا کیوں نہیں؟"
"تو پھر ———— اس ورشنی ہنڈی کو اپنی جماعت میں رکھا کیوں ہے؟"
"کھنائی ———— یہ عجیب سوال کیا تم نے۔ اب تک تو تمہیں میری فطرت کو سمجھ لینا چاہیئے تھا۔ جو لوگ آگ سے ڈرتے ہیں وہ آگ کا بیوپار نہیں کرتے۔ لیکن میں اپنے کام میں آگ کو علیحدہ نہیں کر سکتا؟"
"یعنی اس سے تمہارا گھر جلے یا رہے ———— تمہیں غرض نہیں؟"
"خالق آگ کھیلا کرتا ہے ———— نتیجہ پر غور کر کے اس کے ہاتھ پاؤں نہیں پھول جایا کرتے۔ میں سوداگر نہیں ہوں۔ سر مال کو پرکھ پرکھ کر خریدنے اور ٹھنڈے مسالے سے بے جان کھلونے بنا کر انہیں بازار میں بیچنا میرا کام نہیں۔ انتین کو صرف ابلا کی کشش نے ہماری جماعت میں کھینچا ہے۔ اس میں قیامت لے آنے کے جراثیم پرورش پا رہے ہیں۔ اسی لئے میں اس میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لے رہا ہوں؟"
"تو پھر یوں کہیئے نا کہ اس خوفناک محل میں صرف بیرے ہیں کہ کنارے پر جھاڑن رکھا۔ آئے حضور جناب کیا اور یہ کہیئے کہ اگر کوئی خوفناک بکس ٹوٹ پھوٹ گیا تو ہماری کھوپڑیوں کی خیر نہیں۔ بھیا ہم سے یہ خطرناک کام نہیں ہوتے؟"
"تو استعفیٰ دو ———— چھٹی ہوئی؟"

"تمہیں انجام کا لالچ ہو یا نہ ہو لیکن مجھے ہمیں تو ہے۔ اور پھر تم بھی اس خیال سے قطعی متفق نہیں ہو۔ وہ تمہارا دلال ہی کہہ رہا تھا کہ کتاب حیات تک مل جاتا ہے۔ تمہارے اس فکر میں ہم جو خواہ مخواہ آ پھنسے ہیں تو کسی امید سے کہ یہ راستہ ہماری منزل کا قطعی اور ناقابل تغیر راستہ ہے۔ تم دنیا کو جوئے بانکی خمار آلود آنکھوں سے دیکھتے ہو ہم ایک کاروباری کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن دیکھنا کہیں کسی روز جوش نہ آجائے اور تم کھاتے میں لگا کے آگ ان کے شعلوں کا رقص دیکھنے بیٹھ جاؤ۔ اس کی پائی پائی ہمارے جگر کے خون سے ڈھلی ہے۔"

"میں آج تک کسی اندھے اعتماد کا شکار نہیں ہوا۔ میں نے کبھی نہیں سوچا کہ دنیا اور ہار اور جیت دو مختلف قومیں ہیں۔ میں ہار کو بھی حقیقت ہی کا ایک پہلو سمجھتا ہوں۔ اور جیت کو بھی۔ ان لوگوں نے میرے سارے راستے مسدود کر کر دیئے تھے اور چاہا تھا کہ میں احساس کمتری کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لئے فنا ہو جاؤں لیکن میں اس قاتل زہر کو اپنے ہونٹوں تک نہیں آنے دوں گا۔ میں مرنے سے پہلے ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میری شخصیت معمولی شخصیت نہیں میں بڑا آدمی ہوں۔ بہت بڑا۔ تم جانتے ہو کھنائی۔ تم اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تم عام آدمی تھے ——— بالکل عام۔ لیکن تمہاری عمومیت میں خصوصیت کی چمک پیدا کر کے تمہارے ایسے ذرّے کو آفتاب بنا دینے والی قوت میری شخصیت تھی۔ میں نے تمہیں زندگی دی ہے تمہاری بوڑھی رگوں میں جوانی کی بجلیاں بھر دی ہیں۔ یہ بھی بڑی بات ہے کھنائی جس بدنصیب ملک کے باشندے ذہنی، روحانی، جسمانی لحاظ سے غلام ہوں اس میں رہ کر عزت کی موت مرنا بھی بڑی بات ہے۔"

"جی ہاں ——— میرے جیسے عمل پرست آدمی کو جو تصور اور تخیل کی قوت سے محض کورا ہے آپ نے اس نکتے پر پہنچا دیا۔ اب میں جب اس پر سوچتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک پہاڑی پر کھڑا ہوں جس کی گہرائیوں کا ٹھکانا نہیں۔"

"میں کنگال ہوں۔ اس لئے دولت سے لبھا کر اور لالچ دیکر میں نے تم لوگوں کو اپنی طرف نہیں بلایا۔ میں تم لوگوں کو پکارتا ہوں کسی انعام کے لئے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ تم میں قوت ہے، طاقت ہے۔ اپنی ان طاقتوں کا اظہار کرو اور دنیا کو بتا دو کہ تمہاری رگیں بھی فولادی ہیں۔ قوت مظاہرے پر مجبور ہوتی ہے۔ اس کا علاج نہیں۔ لیکن اس اظہار کی شکست بھی بڑی خوفناک ہوتی ہے۔ تم نے بھی تو تاریخ پڑھی ہوگی۔ دنیا میں ہزاروں سلطنتیں ہیں، انتہائی بلندیوں تک پہنچیں اور آخر سر کے بل ایسی گریں کہ تحت الثریٰ میں بھی ان کا پتہ نہیں۔ ان کے اعمال نامے میں کہیں کوئی قرض تھا جسے وہ چکا نہ سکے۔ یہ ملک ہمارا ملک، ہمارا وطن ہے۔ اسے تاریخ میں بلند ترین تخت ملنا چاہیئے۔ لیکن ——— ڈاکٹر ہوں، میرا دل عام آدمیوں کے دل سے زیادہ سخت ہے۔ اس لئے مجھے یقین کرنا پڑتا ہے کہ مرنے والے مریض کو مرنا ہی ہے۔"

"پھر"

"لیکن وطن کی انتہائی بدحالی میرا دل نہیں توڑ سکتی۔ میں اس مایوسی سے بہت بلند ہوں۔ موت کی ننگی تلوار میرے سر پر لٹک رہی ہے میں جانتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں کسی قسم کی روحانی، ذہنی یا خیالی کمزوری کو قریب نہ آنے دونگا۔"

"لیکن ہم لوگوں کا کیا حال ہوگا؟"

"تم لوگ دودھ پیتے بچے نہیں ہو۔ جو جہاز بھنور میں گھر گیا ہو اور جس کا پیندا پچاس جگہ سے پھٹ چکا ہو۔ اس کو رو پیٹ کر، قسمت کی آوازیں دے کر اور منتر پڑھ کر نہیں بچایا جا سکتا۔"

"تو یہ تم نہ بچا سکو گے۔"

"ہزار آدمی ایسے بھی ہیں جنہوں نے جان بوجھ کر اس ڈوبتے ہوئے جہاز کے بادبانوں کو طوفان خیز ہواؤں کے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے۔ تمہارا دل کیوں نہیں کانپ اٹھا اس تباہی پر۔ لیکن پورے جہاز کو ڈوب جانے اور ان کی فکر کرو جو بچائے جا سکتے ہیں جن گنے چنوں کو بچا لوگے تمہاری محنت سپھل ہو جائے گی۔ ملک زندگی سے تنگ آئے ہوئے اندھے کی طرح گہرے کنوئیں کی منڈیر پر کھڑا چھلانگ لگا کر مر جانا چاہتا ہے تم اس کے طفرے پر فتح کا جھنڈا لہرانا چاہتے ہو تم لوگ وہ ہو جن کو جھوٹی اور غلط امید نے کبھی دھوکا نہیں دیا تم ہو وہ جو کنگال ہونے کے باوجود خوشحال ہو تم ہو جنہوں نے مایوسی کی انتہا میں اپنی آنکھوں کو شرمندہ اشک نہیں ہونے دیا۔ تمہارے بہادر ہاتھوں نے پتوار نہیں چھوڑی ——— پتوار چھوڑ دینا بزدلی ہے۔ مجھے تم لوگوں پر ناز ہے ——— میں نے تمہیں ڈوبنے سے بچایا ہے ——— یہی میری سب سے بڑی فتح ہے۔"

لیکن تم ایک اہم بات تو چھوڑ ہی گئے۔

"کونسی؟"

"تمہارا دل غصے سے بھی ناآشنا ہے کیا ——— اتنے ہی غیر جانبدار بنے بیٹھے ہو۔

"غصہ ــــ کس بات پر؟"

"انگریزوں پر۔"

"وہ سپاہی جو شراب کی مدد سے اپنے ہوش حواس گم کئے بغیر لڑ ہی نہیں سکتا اُس سے ڈرنے کی مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ آدمی غصے میں آکر جو کام کرتا ہے وہ کبھی پورا نہیں ہوتا۔"

"لیکن جب غصے کی ٹھوس وجہ موجود ہو تب بھی چُپ سادھے رہنا تو انسانی جبلت کے خلاف ہے۔"

"میں یورپ کا کونا کونا پھرا ہوں اور یورپ کی تمام قوموں کو خوب ٹھونک بجا کر دیکھ چکا ہوں۔ انگریز ان تمام میں سے بڑے ہیں۔ یہ نہیں کہ سکتا۔ کہ ان میں مارنے کی قوت نہیں ہے۔ البتہ یہ قطعی ہے کہ وہ پوری طرح سے مار دینے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ شرماتے ہیں بیچارے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی افسر کا ماتحت ہوتا ہے اور ہر ماتحت کو ڈر ہوتا ہے کہ اس کا افسر جواب پُرسی کرے گا۔ وہ اپنے آپ کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور دوسرے کو بھی دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو غصہ کرنے اور غضبناک ہونے کے جتنے مواقع حاصل ہیں مجھے میسر نہیں۔"

"عجیب بات ہے یہ بھی۔"

"اگر وہ چاہیں تو ہمارے تمام نظریات اور خیالات کو ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ ایسا نہیں کر سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک خاص کمزوری ہے جس کی وجہ سے وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ان میں کوئی خاص قوت روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ ان غریبوں کو دوسرے ممالک پر حکومت کرتے ہوئے بیت گئیں

اور دوسروں کی ہی تشویش اور تفکر نے انہیں بڑھا کر دیا۔
"اسے وہ جانیں۔ لیکن بھئی مجھے اس سے اختلاف ہے کہ تم اپنی تحریک کو غیر جانبدار بنا کے چھوڑ دو۔"

"تم بھول رہے ہو۔ میں ناانصافی اور ظلم نہیں کر سکتا۔ میں اتنا کمزور بھی نہیں بن سکتا کہ دلیش کو ماں کا نام دے کر صرف رونے چلانے اور آنسو بہانے ہی کو دلیش کے سر دکھ کا علاج سمجھنے لگوں۔ میں اس درمیانی راستے پر چلنا چاہتا ہوں اور اسی میں عین اپنے ذہن و جسم کی تمام تر قوتیں سمو دینا چاہتا ہوں۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ اگر دشمن کو دشمن ہی نہ سمجھا گیا تو اس پر وار ہوگا کیسے؟"

"جس طرح راستہ چلتے بچے کنکروں کو خواہ مخواہ ٹھکراتے اور لڑھکاتے جاتے ہیں بالکل اسی طرح سیاسی عقل مندانہ بے پرواہی اور تدبر کے ساتھ۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ وہ اچھے ہیں یا برے، نیک یا بد۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ وہ غیر ملکی ہیں، وہ ہم میں سے نہیں۔ اس لئے ان کی ہم پر حکومت نہیں ہونی چاہیئے، یہ حکومت نہیں جبر ہے۔ ایک غیر فطری جبر۔ میں اس کے خلاف احتجاج کرتا ہوں اور اسی کے خلاف لڑتا بھی رہوں گا۔"

"تو تمہیں پوری امید نہیں کہ فتح تمہاری ہی ہوگی۔"

"کامیابی یا ناکامی کا سوال کبھی پیدا ہی نہیں ہوا میرے دل میں لیکن میں اپنی فطرت کی پکار کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ موت کے خوفناک جبڑے بھی یہ جذبہ مجھ سے نہیں چھین سکتے۔"

"ارے وہ ——— وہ تمہارے خون کی ندیاں بہانے والے

مصنوعی سہاگ پر بھی آ گئے ——— میں ذرا جارحانہ آدمی انہیں ——— آج تو صاف کہہ دوں گا کہ ان کی ہر حرکت کی رپورٹ پولیس کو کردی گئی ہے ——— مجھے خطرہ ہے ——— تمہاری جماعت کے پرجوش احمق مجھے زندہ ہی نہ جلا دیں کہیں "

جرعۂ ثانی

ایلا آرام کرسی پر دراز ہے۔ پشت پر تکیہ اور ٹانگ پر ٹانگ۔ کرسی کی دونوں باہنوں پر لکڑی کا ایک تختہ رکھا ہے اور اس پر ولیش بندھو داس کی تصویر پڑی ہے۔ ایلا محویت کے عالم میں تختی پر لکھ رہی ہے سورج حجلۂ مغرب میں ڈوبا چاہتا ہے۔ لیکن ایلا کے بال ابھی تک اسی طرح بے ترتیب ہیں جس طرح صبح بستر سے نکلتے وقت تھے۔ انہیں ٹھیک کرنے اور سنوارنے کی اُسے فرصت ہی نہیں ملی۔ متوازی اور ہموار جسم بنگین کے رنگ کی کھدر کی ساری میں ملبوس ہے۔ یہ رنگ ذرا میل خورا ہوتا ہے اس لئے گھر میں ایلا یہی ساری پہنا کرتی ہے۔ ہاتھوں ہاتھی دانت کے کنگن ہیں اور گلے میں ایک سلک ساطلائی ہار ہے۔ بدن دودھ کی مانند سفید اور جوانی کے گداز سے گٹھا ہوا ہے۔ چہرے مہرے سے عمر بہت سی چھوٹی معلوم ہوتی ہے لیکن ہر بن مو سے ذہانت اور تیز فہمی مترشح ہے۔ کمرے کے ایک کونے میں لوہے کی ایک چارپائی پڑی ہے۔ جو دیوار سے لگی ہوئی ہے۔ اور اس وقت کھادی کی سبز رنگ

چادر سے ڈھکی ہوئی ہے۔ زمین پر بھی ناراینی سکول کی بنی ہوئی کھادی کی دری بچھی ہے۔ ایک طرف پڑھنے لکھنے کی ایک میز لگی ہے جو نہایت خوش سلیقگی سے سجائی گئی ہے۔ وسط میں سیاہی چوس بھی ہے۔ دوات قلم پنسل ترتیب سے دھرے ہیں۔ اور پاس ہی ایک خوبصورت سے سبک پھول دان میں چند خوشبودار پھولوں کا دلآمیز گلدستہ رکھا ہے۔ دیوار پر پرانے زمانے کی بنی ہوئی تصویر کی کا ایک سایۂ سا لٹکا ہوا ہے۔ جس کی زرد رنگ کی مدھم رضار لائی ہوئی لکیریں ہلکی دھیمی یاد کی طرح باقی رہ گئی ہیں۔ دیئے میں بتی ڈالنے کا وقت ہو چکا تھا اور ایلا اٹھنے ہی کو تھی کہ کہ اتین زور آندھی کے جھونکے کی طرح کمرے میں آیا اور چھوٹتے ہی بولا

"ایلا"

ایلا مارے خوشی کے چونک پڑی۔ اور مسکرا کر بولی "تمیز بھی سکھائی تھی تمہیں کسی بد تمیز نے۔ اجازت دئے بغیر بے دھڑک چلے آئے اس کمرے میں"

"زندگی تو بس اتنی سی ہے" اتین نے ایلا کے پاؤں کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا "اور قانون اور قاعدے کا لمبے لمبے پرانے زمانے کی باتیں ہیں۔ اصول اور قاعدے کی دیکھ بھال کرنے کو عمریں وہ تھیں۔ اب کالج ہے اب تو اس کا قحط ہے قحط"

"لیکن میں نے تو ابھی کپڑے نہیں بدلے"

"یہ تو بہت ہی اچھا ہے ——— ہمارا تمہارا میل تو رہے گا کم از کم۔ ورنہ تم رہو گی ریشم پر اور ہمیں جوتیاں چٹخانا پڑیں گی سڑک پر۔ منوجی مہاراج اسے ادھرم کہتے ہیں۔ آہاہا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہم میں اپ ٹو ڈیٹ

آدمی تھے نظر بد دور ——— تم سے ملاقات ہوئی تو پہلے کپڑے اتروا لئے تم نے اب دیکھو کیا حلیہ بنا رکھا ہے اپنا۔"

"لیکن تمہیں شاید معلوم نہیں ——— لعنت شریف میں ان کپڑوں کو پوشاک کہا ہی نہیں جاتا۔"

"اچھا جی ——— تو پھر کس میں ہوتا ہے ان کا شمار۔

"بہت سر پٹخا ہے عالموں نے۔ چراغ لے لے کے ڈھونڈا ہے سچ کہتی ہوں۔ لیکن لفظ ملتا ہی نہیں۔ زبان میں تو لفظ ہے ہی نہیں شاید ——— اوپر ——— تو یہ اونٹ چال کے بخیے شاید حضور ہی کے استادانہ درزی پنے کا ثبوت ہیں۔

"ارے ارے ایلا ——— یہ کیا ستم کر رہی ہو۔ اس کرتے کو تو میں سینے سے لگائے پھر رہا ہوں۔ سچ کہتا ہوں۔ درزی کے ظالم ہاتھوں تک پہنچاتے ہوئے ڈر لگتا ہے ——— اس بیچارے کی خودداری کا بھی امتحان ہو جائے گا۔"

"تو میری ہی غارت میں کر دیتے عرض۔"

"زمانے کے بخیے تو ادھیڑ ادھیڑ کر نئے سرے سے سی رہی ہو۔ بھلا کرنے کا سنسکار کرنے کی فرصت نہیں کہاں ملے گی۔"

"یہ فرمانے کی ایسی ضرورت ہی کیا تھی۔ اپنی طرف سے مذاق کیا ہوگا۔"

"جی ——— ایسا ہی مذاق سماج بھی کیا کرتا ہے ——— اور بھلے آدمی اسی طرح اپنے اوپر ٹھسی ہوئی عورتوں کو برداشت کر لیتے ہیں جس طرح میں یہ کرتا برداشت کر رہا ہوں۔"

"یعنی ——— مطلب کیا ہے آپ کا"

"اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک سے زیادہ تعداد میں ہونا گناہ ہے"

"ارے بھائی ——— کیا کہہ رہے ہو اتنی تو ——— تمہارا مطلب ہے اور کوئی قمیص ہی نہیں تمہارے پاس ہو۔"

"بڑھا تکنا ذرا نامناسب معلوم ہوا اس لئے "گھٹ" ہانک دی پہلے پہل اسی آشرم میں شری ہیت انیت رر بالو طرح طرح کے جوڑے بھڑکاتے تھے۔ اتنے میں ملک میں طوفان آ گیا۔ تم نے ایک تقریر میں کہا ۔ ایسے لوگ بہت ہیں۔ ان کی ضروریات سے کہیں زیادہ کپڑے ہیں لیکن وہ اپنے اُن لاتعداد بہن بھائیوں کے لئے ایک چیتھڑا علیحدہ نہیں کر سکتے۔ جو عزت ڈھانکنے کے لئے بھی ایک لنگالی اپنے پاس نہیں رکھتے۔ یہ آنسو بہانا جانتا ہے صرف اپنی طبعی خباثت اور برائی آنسو وہاں ہی سے پردے میں چھپانا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کو شرم آنی چاہئے۔ ——— بڑے ڈھنگ سے کہا تھا تم نے اُس وقت میں تمہارے منہ پر تمہاری تضحیک نہیں کر سکتا تھا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی۔ لیکن میں دل ہی دل میں خوب ہنسا۔ میں جانتا تھا تمہارے اپنے بکس میں ایسے لاتعداد کپڑے ٹھسے پڑے ہیں جن کی تمہیں مطلق کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن عورتوں کے پاس تو پچاس رنگوں کے پچاس کپڑے ہوں تب بھی یہ سب کپڑے اُن کے لئے اشد ضروری ہیں۔ ان دونوں عورتیں مادر وطن کے لئے اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لئے سر توڑ مقابلہ کر رہی تھیں مجھے بھی تمہاری بات کا لطف آ گیا اور میں نے اپنا بکس اٹھا کر تمہارے قدموں میں ڈال دیا ——— مجھے یاد ہے پنڈال تالیوں کی گونج سے لرز اٹھا تھا"

"بھئی واہ! ———— تو اس کا یہ مطلب تھوڑی تھا کہ کوڑی نہ رکھو کفن تو اور سب کچھ دے دو۔"

"اس میں تعجب کی بات ہی کیا ہے۔ سر نقصان کو مسکرا کر برداشت کر لینے کی طاقت کس کے ہاتھوں نے عطا کی تھی۔ اگر جمع تھا تار گھٹنے کا حساب اپنے تخمینے کے سپرد ہوتا، میرا خیال ہے کہ میرے کیس کا تمام بوجھ ہلکا ہو جاتا۔"

"لیکن تم نے مجھ سے بھی نہ لیا ———— یہ تو اچھی بات نہیں انتو!"

"لیکن تم افسوس کیوں کرنے لگیں۔ ایسی پتلی حالت تو نہیں ہو گئی ہے میری کہ تمہیں تشویش لاحق ہو جائے۔ روزانہ ضروریات کے لئے میں نے دو کرتے رنگوا کر علیحدہ رکھ لئے ہیں۔ باری باری دھو کر انہیں مبارک شریر کو ڈھانپا کرتا ہوں ان سے۔ اس کے علاوہ دو اور لوہا کروا کر خاص ضروریات اور خاص خاص موقع کے لئے علیحدہ رکھ چھوڑے ہیں۔ اگر اس تنگی دنیا کو کبھی میرے آباؤ اجداد کی شرافت کی دیکھ بھال کرنا پڑی تو ان دونوں کرتوں پر دو ہی اور درزی کی سندات موجود ہیں۔"

"بنانے والے نے اپنی سند چہرے ہی پر لکھ دی ہے۔ اس کے لئے تمہیں گواہ نہ ڈھونڈنا پڑے گا۔"

"بھئی واہ! ———— یہ الٹی گنگا بہلنے لگی۔ عورتوں کے دربار میں تعریف و ستائش کے پھول تیار کرنے کا فرض تو روزِ ازل ہی سے مردوں کے سپرد کیا گیا ہے تم اسے الٹو نہیں۔"

"یہی میرا منتہائے نظر ہے میں اسی بات کو توڑ مروڑ کر پیش دینا چاہتی ہوں کہ عورت مرد سے افضل ہے۔ ان کے حقوق زیادہ ہیں۔ البتہ

مردوں کو بھی سچ کی نشر و اشاعت میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے۔ عہدِ ادب میں تو یہ فیشن ہو چلا ہے کہ ہندوستانی عورتیں اپنی ہی تعریف میں مست ہیں۔ کمہار بیچارے اب دیوی کی مورتی بنانے کے قابل نہیں سمجھے جاتے۔ عورتوں نے یہ حق بھی ان سے جھپٹ لیا۔ اپنی تعریف آپ کرنے کا تو پیشہ اختیار کر لیا ہے انہوں نے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو تھوڑی سی بہت شرم کرنی چاہیئے۔ لیکن خیر چھوڑو اس تلخ موضوع کو —— چلو باہر بیٹھک میں چل کے بیٹھیں گے۔"

بیٹھنے کی تو یہاں بھی کافی جگہ ہے۔ کم از کم اس بات کا مجھے یقین ہے کہ میں اکیلا اس کمرے کو پر نہیں کر سکتا۔"

"اچھا تو پھر بتاؤ —— ایسی ضروری بات کیا تھی کہ حضور نے تکلیف کی۔"

"بیٹھے بیٹھے ایک مصرع یاد آگیا تھا۔ لیکن اس کے دوسرے بند یاد نہیں ہوتے۔ تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ نظم کون سی ہے۔"

"کام تو فی الواقع بہت ہی ضروری ہے —— اچھا کیا ہے وہ مصرع۔"

"ذرا سوچ کر بتانا کونسی نظم ہے وہ —— میں نے اپنی بربادی۔ تیری آنکھوں میں دیکھی۔"

"کسی خاص طرح شعر کا معلوم ہوتا ہے۔"

"پہلے سے کہیں سنا تو نہیں؟"

"کانوں کو کچھ مانوس سا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا مصرع کہاں گیا؟"

"مجھے یقین تھا کہ یہ سنتے ہی دوسرا مصرع خود بخود تمہارے ہونٹوں پر

رواں ہو جائے گا"

"ایک دفعہ اور سُنا دو ------ شاید یاد آ جائے"

"تو سنو! ------

ڈوبتے ہوئے سورج کی چمک اور سرخیوں میں

شام عشرت کے پیغام دیتی ہے

لیکن تیری چمک دار آنکھوں میں

میرے دل کی بربادیوں کا پیغام ہے

ایلا نے ایتن کے ماتھے پر ہلکی سی چپت لگائی اور مسکرا کر بولی " یہ کیا جنون سوار ہے آج کل تم پر؟"

"یہ کوئی نیا تو نہیں ہے ایلا ------ پیار کی رنگین شام ---

تمہیں یاد ہے ------ اسی دن سے میں پاگل ہو رہا ہوں ------

لیکن ------ جو وقت اپنے کمال تک پہنچنے سے پہلے قدرت کی گود میں ہمیشہ کے لئے سو جائے وہ وقت نہیں رہتا بلکہ بھوت بن کر تحت الشعور کے پردوں میں رینگا کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں ملیں گے ------ اور اس ایسی بہار فروش شام ہی میں ملیں گے ------ میں آج تمہیں وہیں لے جانے کے لئے آیا ہوں ------ تم چل سکو گی ایلا؟"

ایلا نے اپنی گود میں رکھی ہوئی تختی اور کاپی کو دور پھینک دیا۔ ایک انداز ناز کے ساتھ لپک کر اٹھی اور بولی " یہ کام تو ہوتے ہی رہیں گے ------ چھٹی دو ------ ذرا بتی جلا دوں" "بتی نہ جلاؤ ایلا۔ روشنی سے جسم ظاہر ہو جاتے ہیں۔ آؤ ------ چلیں اندھیرے

راستوں پر سے ہوتے ہوئے اُس دنیا کی طرف جو موہوم ہے ۔ چار سال بیت گئے ۔ وہاں کشتی پر سوار اُسے گنگا پار جانے کے لئے سوار ہوا ۔ یہ وہ دن تھے جب میری خاندانی جائداد قرضخواہوں کے لئے ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی تھی ۔ اور جو ٹکڑا میرے حصے میں آیا وہ بھی قرض خواہوں ہی کے لئے تھا ۔ اُس زمانے میں دل جوان تھا ۔ اور خون میں جوش ۔ امنگیں دماغ میں اور عیاشی کی عادت ۔ میں سلک کا کرتا اور مونگے کی چادر پہنے فرسٹ کلاس کے عرشے پر بید کی آرام کرسی پر بیٹھا دھوئیں کے اڑتے ہوئے بادلوں میں مستقبل کے رنگین خواب دیکھ رہا تھا ۔ اخبار نیچے پڑا تھا اور اس کے کاغذ ہوا کی لہروں پر پھڑ پھڑا رہے تھے ۔ میری نگاہیں یکدم ان کی طرف کھنچ گئیں ۔ اور میں غنودگی کے سے عالم میں ان کی طرف دیکھنے لگا ۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جھوٹی سچی افواہیں ایک ہیبت ناک جسم اختیار کر کے میری نگاہوں کے سامنے ناچنے لگی ہیں ۔ تم عام آدمیوں کے ساتھ تھیں ۔ میں نے تمہیں دیکھا اور پھر معاً بھول گیا ۔ اور پھر دفعتہً تم میری پشت کی طرف سے میرے قریب آگئیں ۔ آج بھی ایسا محسوس کرتا ہوں کہ بھورے رنگ کی ساری میں لپٹا ہوا وہ حسین جسم میرے تصور کی نگاہوں کے سامنے ہے ۔ میں دیکھ رہا ہوں ۔ تمہاری ساری کے دونوں پلو پن کی مدد سے تمہارے بالوں کے ساتھ اٹکے ہوئے ہیں اور ہوا سے اس طرح پھول رہے ہیں جس طرح بچوں کا کوئی غبارہ ۔ تمہارے چہرے پر حجاب کی سرخیاں پھوٹی پڑتی تھیں اور تم نے بڑی مشکلوں سے پر چھپا لیا تھا ۔

"آپ کھدر پسند نہیں فرماتے ———— یا رہے نہیں ؟"

"خوب یاد ہے ——— اور یہ بھی یاد ہے کہ میرا دل اس وقت
بھی اسی طرح بے زبان تھا جس طرح کہ آج۔"

"آج میں چاہتا ہوں کہ ماضی کے اُن مردہ لمحات کی ہڈیوں میں پھر سے زندگی کی سانسیں پھونک دوں ——— تمہیں سننا ہوگی یہ رام کہانی ایلا۔"

"ضرور کہو ——— میں سنوں گی ——— دل کے سوئے ہوئے تاروں سے ابلتے ہوئے نغمے جنہوں نے میری نئی زندگی کی صبح و شام پیدا کر دی تھی۔"

"ہاں نغمے ——— تم نے میرے دل کے سوئے ہوئے تاروں کو جھنجھنا دیا۔ تمہاری موسیقی نواز آواز نے میرے اعصاب میں ایک خلجان پیدا کر دیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آسمان سے نور کے سیلاب نازل ہو رہے ہیں اور میرے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتے جاتے ہیں۔ یا یوں کہہ لو کہ آسمان پر سے کوئی فرشتہ پر پھیلائے ہوئے اترا اور اس نے میرے ماضی کی ساری تاریکیاں مجھ سے چھین لیں۔ میں ایک نئی دنیا میں تھا۔ جگمگاتی ہوئی، لہراتی ہوئی۔ چمکدار دنیا ——— جس کا ہر ذرہ نوید کامرانی دے رہا تھا۔ کاش میں اس وقت تمہیں ڈانٹ دیتا ——— تمہاری جرأت پر مجھے غصہ آجاتا۔ تو وہ کشتی جو مجھے ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک پہنچانے کو تھی ایسے گہرے اور جان لیوا بھنور میں نہ ڈالتی ——— اور میری زندگی میں کوئی اضطراب کسی قسم کی پریشانی کا دخل نہ ہوتا۔ میں ایسی ہی کوئی بیتی شریفوں کی سی زندگی گزار کر چتا کے شعلوں میں سو جاتا۔ لیکن میرا دل تو سیلی ہوئی دیا سلائی بن گیا تھا۔

غصے کی آگ نہیں بھڑکی پر نہیں بھڑکی۔ میں فطرۃً مغرور ہوں اس لیئے سب سے پہلے جو خیال میرے دماغ میں سمایا یہی تھا کہ لڑکی مجھے ان تمام مسافروں میں سے بہتر اور قابل عزت و تکریم سمجھتی ہے۔ یہی وجہ کہ وہ سب کو چھوڑ کر میرے پاس ہی آئی ہے ——— کھدر کے لئے کہنا سننا تو خیر ایک ترپا چر تر ہے ——— تھی نہیں بھی بات بتا دو۔“

”بات تو یہی تھی ——— اور پھر کتنی بار اعتراف کروں ——— دیر سے عرشے کے ایک کونے میں لگی تمہیں دیکھتی رہی۔ اس وقت یہی بے شدھ ہوئی تھی کہ میرا ماحول گھل گیا۔ مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ میرے چاروں طرف ایسی آنکھیں مجھے گھور رہی ہیں جو ہر بات میں مین میکھ نکالنے کی عادی ہیں ——— مجھے زندگی میں پہلی بار یہ تجربہ ہوا تھا ——— ایک نظر دیکھ لینے سے مجھے آج تک کسی کے ساتھ ایسی دلی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی تھی ——— دل زور سے دھڑکا اور کسی دوسری آواز نے پکار کر کہا ——— کہاں سے آیا یہ ملکوتی انسان۔ یہ تو دوسرے مسافروں سے بالکل الگ ہی معلوم ہوتا ہے۔ انسان میں شیو مہاراج کے تالاب کا کنول ہے ——— میں نے اسی وقت عہد کر لیا کہ اس قیمتی رتن کو اپنا نا ہے گا ——— صرف اپنے ہی لئے نہیں بلکہ ملک و قوم کی خدمت میں تحفہ کے طور پر پیش کرنے کے لئے۔“

”یہ میری بدقسمتی تھی ——— تمہارے دل کی آواز ملک و قوم کی چیخوں میں دب گئی۔“

”میں مجبور تھی کنتو ——— کنتی نے دروپدی کو دیکھے بغیر اپنے

بیٹوں سے کہ دیا تھا کہ سب مل کر بر بانٹ لینا ——— تم ابھی میری زندگی میں وتیں نہیں ہوئے تھے کہ میں نے اپنا سب کچھ ملک کے لئے وقف کر دیا تھا ——— میں نے عہد کیا تھا کہ میرا سب کچھ میرا نہیں — ملک کا ہے ۔"

"تمہارا یہ عہد دھرم کے خلاف ہے ——— صرف یہی نہیں اس عہد کو عہد سمجھنا ، اس کی حفاظت کرنا اور اس پر اڑے رہنا دھرم سے بغاوت کرنا ہے ۔ وہ پاکیزہ اور منزہ مقناطیسی کشش جو ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان ہوتی ہے ——— عالم الغیب کی وہ آواز جو ہر جوانی کا ن دھر کر سنتی ہے تم نے ایک غلط خیال کے پاؤں تلے روند ڈالی ۔ اب اس کی پاداش تمہیں مل کر رہے گی ——— تمہیں برداشت کرنا ہوگا ۔ یہ عذاب"

"عذاب ؟ ——— عذاب کی جا رہو گئی انو ——— دن رات اسی بھٹی میں جل رہی ہوں ۔ محبت ——— پاکیزہ ——— ہر گندگی سے پاک محبت جو آسمانوں سے شبنم کی طرح نازل ہوتی ہے ۔ ——— جو ہر ذی روح کی زندگی ہے ، مجھے بھی دی گئی ۔ لیکن میری بدنصیبی ——— بھوکے کے سامنے پروسی ہوئی تھالی رکھی گئی لیکن بھوکا ایک لقمہ بھی نہ اٹھا سکا ۔ کتنی بڑی بدقسمتی ہے ——— کتنا شدید عذاب ۔ میرا دل جیسے کسی نے پنجوں میں دبا لیا ——— ۔ میں اکثر سوچتی ہوں ۔ میں بیوہ ہوں ——— ایسی بیوہ جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے ۔ میں چاہتی ہوں ۔ بھوتوں کے اس حلقے کو توڑ کر بھاگ جاؤں ——— بھاگ جاؤں ۔ آہ ! انو کتنا بڑا انقلاب ہے کتنی

بھیانک تبدیلی ——— میں یہ نہیں سمجھتی کہ دل میں رکھنے والی یہ ٹیسیں نئی ہیں ——— نہیں ——— مجھے ان کا بارہا تجربہ ہوا ہے ۔ لیکن اس وقت میں ان پر فتح پا لیتی تھی ۔ اور فتح کے غرور میں ہنس دیتی تھی ۔ ——— آج میرا وہ غرور ٹوٹ گیا ——— میں اس اضطراب پر فتح نہیں پا سکتی ۔ میں نے فتح کی خواہش ہی کھو دی ——— میں ہار گئی ہوں انتو ——— تم فاتح ہو ——— میں ہار گئی ہوں ——— میں تمہاری قیدی ہوں ۔"

"میں خود ہار گیا ہوں ——— میں اپنے قیدی کے سامنے ہتھیار پھینک دینے پر مجبور ہوں ۔ میری شکست ابھی مکمل نہیں ہوئی ——— میری زندگی کا ہر لمحہ مجھے شکست کا پیغام دے رہا ہے ۔"

"جب میں نے تمہیں پہلی بار فرسٹ کلاس کے عرشے پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اس وقت تک میں یہی سمجھتی رہی تھی کہ تھرڈ کلاس میں سفر کرنا ہم لوگوں کے لئے فخر کا باعث ہے ۔ اور پھر جب تم ریل میں سوار ہوئے ——— تم سکینڈ کلاس کے ڈبے میں بیٹھے تھے ۔ اس وقت میرا دماغ میرا جسم سبھی کھچ کر سکینڈ کلاس کی طرف مائل ہو گیا تھا ۔ اور معاً مجھے ایک بہانہ بھی سوجھ گیا ۔ میں نے سوچا چلتی گاڑی میں ڈبے پر چڑھ جاؤں گی اور کہوں گی غلطی سے جلدی میں تھرڈ کی بجائے سکینڈ میں آ گئی ہوں ۔ انتو ——— ہندوستانی عورت کے جذبات اپنے اظہار کے لئے کیا عجیب عجیب ذرائع نکالتے ہیں ۔ دبی ہوئی سسکیاں کس کس طرح اپنے دل کے دروازوں سے سر پھوڑتی ہیں ——— اور تم نے مجھے مجبور کر دیا ہے اپنے احساسات کا اظہار کرنے پر مجبور ہو گئی ۔"

"کیوں کیا کر دیا تم نے اظہار"

"اپنے غرور کی لاش پر بھی ایک کٹیا کھڑی کر سکی ہوں ——— یہی کچھ تمہیں نذر کر سکتی ہوں انتو"

انتو نے لپک کر ایلا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے رہا کر کہا۔

"تو پھر تم نے میری درخواست کیوں قبول نہ کی ایلا ——— کیا رکاوٹ تھی۔ سماج سے ڈرتی تھیں۔ ذات پات کا خیال تھا تمہیں"

"نہیں نہیں ——— انتو ——— یہ رکاوٹ تو کوئی رکاوٹ نہیں۔ بیرونی دنیا کی کوئی دیوار میرا راستہ نہیں روک سکتی۔ میرا اپنا دل میرے پاؤں میں زنجیریں ڈالے ہوئے تھا"

"تو اس کا مطلب ہے کہ محبت ابھی مکمل نہیں ہوئی۔

"یہ نہ کہو انتو ——— جو طاقت پہاڑ سے ٹکر نہ لے سکے اُس کا مذاق نہ ——— اڑاؤ۔ اگر میں شادی سے انکار نہ کرتی۔ تب بھی تو ممکن تھا کہ ہماری شادی نہ ہو سکتی"

"کیوں؟ ——— اس کی کیا وجہ ہے"

"ناراض نہ ہونا ——— مجھے تم سے پریم ہے اس لئے تم سے شرماتی ہوں۔ میں مجبور ہوں۔ بالکل مجبور۔ اگر دنیا بھی چاہوں تو کیا دے سکتی ہوں۔ یہ بھی تو سوچو"

"آخر صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتی۔

"ہزار بار تو کہہ چکی"

"ایک دفعہ اور کہہ دو ——— میں آخری دفعہ تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں ہوں۔ پھر کبھی نہ پوچھوں گا"

"چیچی رانی" کسی نے پکارا۔

"ارے ارے اکھل ——— اندر چلے آؤ۔ کیا بات ہے!"

سولہ یا اٹھارہ سال کا لڑکا۔ منحنی شریر۔ پیارا سا چہرہ۔ الجھے ہوئے لانبے لانبے گھنگریالے بال۔ گندمی رنگت جس میں ایک عجیب طرح کی کشش تھی۔ چمکیلی شوخ آنکھیں۔ خاکی رنگ کی قمیض پر اور اس پر اسی رنگ کا الٹے کالر والا چھوٹا کوٹ پہنے ہوئے ہے۔ قمیض کا ایک بٹن کھلا ہے۔ جس میں سے سینے کا کچھ حصّہ نظر آتا ہے۔ قمیض کی دونوں جیبوں میں نہ جانے کیا الا بلا ٹھونس رکھی ہے جن سے وہ پھولی پھولی معلوم ہوتی ہیں اوپر کی جیب میں ہرن کی سینگ کے دستے اور عجیب ہیئت کے پھل کا چاقو پڑا ہے۔ اس کی طبیعت میں ابھی تک بچپنا ہے۔ کبھی کاغذ کی ناؤ بناتا ہے اور کبھی ہوائی جہاز۔ مسلک کمپنی سے الوردیک باغیچے میں پانی نکالنے کی برقی مشین ہے۔ یہ حضرت ابھی اس کا معائنہ فرما کر آئے ہیں۔ لبکڈوں والے ٹین کے ڈبے اور اسی قسم کی الّم غلّم چیزوں کو جمع کر کے اس کی نقل کرنے کی کوشش کرتے کرتے انگلی کاٹ لی ہے اور اس پر پٹی باندھ لی ہے ——— ایلا نے اس زخم کے متعلق پوچھا جواب ندارد۔ ایلا دور نزدیک سے اس لڑکے کی بہن لگتی ہے ——— ایلا کو اس کی ہر حرکت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ پچھلے دنوں نا ٹے قد کا ایک چھوٹا سا بندر خرید لیا تھا۔ یہ بندر باورچی خانے کی ہر چیز چرا لینے میں مہارت رکھتا ہے۔

اکھل کمرے میں شرماتا ہوا سا آیا اور جلدی سے جھک کر ایلا کے پیر چھو کر اُسے پرنام کیا۔ ایلا فوراً سمجھ گئی کہ اس عجز د انکساری کی تہ میں کوئی خاص

فرمائش کام کر رہی ہے۔ وجہ یہ کہ اس طرح فرماں بردار بن جانا اس کی فطرت کے خلاف تھا۔

"انتو بھیا کو پرنام نہیں کرو گے"۔ ایلا بولی۔

اکھل نے کوئی جواب دیئے بغیر انتین کی طرف پیٹھ کر لی۔ انتین نے ایک پرزور قہقہہ لگایا اور اس کی پیٹھ تھپک کر کہا:۔

"شاباش! ——— سر جھکانا ہے تو صرف ایک دیوتا کے سامنے ——— میں خود پرماتما کے اس حسین اظہار کے سامنے سربسجود ہوں۔ لیکن دیر مت کرو بہشا ذرا جلدی سے بانٹ دو۔

"اچھا تو کیسے آیا ہے ——— یہ بتا" ایلا نے اکھل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کل کے دن ماں مری تھی" اکھل نے کہا۔

"اوہ ——— ایلا بولی" وہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ تو شرادھ میں کسی کو بلانے کا ارادہ ہے کیا؟"

"کسی کو نہیں"

"تو پھر چاہتا کیا ہے"

"تین دن کی چھٹی ——— تین دن پڑھائی لکھائی نہ ہو سکے گی مجھ سے!"

"تو تین دن بیکار کیا کرے گا"

"خرگوش کے لئے پنجرہ بناؤں گا"

"خرگوش تو ایک بھی زندہ نہیں۔ پنجرے میں ہوا بند ہو گی کیا؟"

"یہ بھی ایک ہی رہی" انتین نے ہنس کر کہا "خرگوش کا کیا ہے ہماں

خیال کیا خرگوش پیدا ہو گئے۔ اصل بات تو بچھڑے کی ہے۔ جان تو فانی ہے ہی۔ پیدا ہوئی اور ختم۔ لیکن ہمیشہ رہنے والا تو ایک بچھڑو ہی ہے نا۔ اس فرض سے تو منو مہاراج سے لے کر موجودہ اوتار تک سبھی کے سپرد ہے یہ فرض۔"

"اچھا جا تجھے چھٹی ہے۔"

اکمل یہ لفظ سنتے ہی جھٹ باہر نکل گیا۔

انیس بولا۔" یہ ایسا ہنر ہے جسے میں رام نہیں کر سکا۔ ہمارا ہاتھی جب لٹا ہے تو ایک کلائی کی گھڑی باقی رہ گئی تھی۔ آج کل کے لڑکوں میں سے کسی کو بھی وہ گھڑی مل جائے تو اپنے کو صاحب سمجھنے لگے۔ لیکن میں نے اکمل کو یہ رشوت دے کر اپنا طرف دار بنانا چاہا۔ تو یہ جناب سر ملا کر لمبے ہو گئے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا مقابلہ اب انتہائی نازک دور میں ہے ——— انتو اکمل جنگ اب نہ ہو گی تو کب ہو گی۔"

"تم تو لڑکوں سے میل ملاقات بڑھانے میں کمال رکھتے ہو۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے سامنے تمہاری دال نہیں گلی۔"

"تیسرا فریق۔ مداخلت بے جا کا مجرم بن رہا ہے نا ——— خیر چھوڑو ——— اپنی کہو ——— مجھے کیوں علیحدہ رکھا جا رہا ہے۔"

"میں عمر میں تم سے بڑی ہوں ——— اتنی آسان بات بھی تمہیں یاد نہیں رہتی۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہاری عمر اٹھائیس برس کی ہے اور میری عمر کچھ مہینے اوپر اٹھائیس برس کی۔ اس لئے یہ سیدھی سی بات اکثر بھول

جاتا ہوں۔ ثابت کرنا اس بات کا نہایت ہی آسان ہے کیونکہ میری جنم پتری سنسکرت میں نہیں بلکہ نہایت ہی آسان بنگالی بھاشا میں لکھی ہوئی ہے۔"

"لیکن مشکل تو یہ ہے میرا اٹھائیسواں سال تمہارے اٹھائیسویں سال کو کہیں پیچھے چھوڑ کر بہت آگے نکل چکا ہے۔ تمہارے اٹھائیس سالوں میں جوانی کی مشعلیں ایک ایک کر کے روشن ہو رہی ہیں۔ اور ابھی کئی ہیں جن کو روشن ہونا ہے لیکن میرا اٹھائیسواں سال میری جوانی میں ہنف لایا ہے ——— بے حس، خالی خولی۔"

"بات یہ ہے ایلا کہ تم نے کبھی میرے جذبات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اس لئے سمجھ نہیں سکیں۔ تم نے جماعت کے سامنے ایک غیر فطری عہد کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب طرح طرح کی بے سروپا دلیلوں سے اپنے آپ کو دھوکا دینے پر مجبور ہو۔ مجھے بھی بہلائے جاتی ہو ساتھ ساتھ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے بہلاؤ مت۔ لیکن بھگوان کے لئے یہ نہ کہو کہ میری زندگی میں آنے والے انقلابات ابھی بہت دور ہیں ——— وہ انقلاب آچکا ہے ایلا ——— تمہارے ہاتھوں آیا ہے وہ انقلاب تو تمہارا مطلب ہے کہ میں ہمیشہ اس کا انتظار دیکھا کروں گا ——— تم اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ تمہارے دل میں وہ انقلاب نہیں آیا۔ ——— تو پھر اس خوفناک خلاء میں میری ہی درد بھری چیخیں گونجتی رہیں گی ——— میں پکارتا ہی رہوں گا کہ میں تمہیں ——— چاہتا ہوں ——— پیار کرتا ہوں ——— اور اس کا کوئی جواب نہ آئے گا۔"

"جواب نہیں آتا ——— بڑے ناقدرے ہو ———
میں تو پکار رہی ہوں کہ چاہتی ہوں ——— چاہتی ہوں ———
چاہتی ہوں ——— تم سے زیادہ اس دنیا میں اور کوئی چیز مجھے
عزیز نہیں۔ آنکھیں چار ہوتے ہی دماغ کی نس نس پر نشے کی حکومت
ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود تم نہیں ملتے ——— پھر یہ کہ
کر اپنے دل کو تسلی دے لیتی ہوں کہ یہ بھی اچھا ہوا کہ تم نہیں
ملے۔"

"لیکن اس میں نقصان کیا ہے؟"

"میری زندگی میں روح پیدا ہو جائے ——— معنی پیدا ہو
جائیں۔ یا یہ زندگی بے کیف ہی رہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔
تم بہت بلند ہو مجھ سے بہت بلند ——— اور میں حقیر ہوں، بہت
حقیر۔ میں نے تمہیں ستارۂ صبح کی طرح تاباں دیکھا اسی لئے تمہاری
طرف کھنچ گئی ——— لیکن میں نہیں چاہتی کہ اپنی معمولی ہستی
سے تمہاری بلند و رفیع ہستی کو منسلک کر کے تمہاری رفعتوں کو پا بہ
زنجیر کر دوں۔ تم بھی میری طرح ایک معمولی انسان بن جاؤ گے اور اس تصور
ہی سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں تمہیں کس طرح
سمجھاؤں کہ بلندیوں کی طرف آنکھیں اٹھا کر تمہیں دیکھتی ہوں۔ عورتوں
کی پوری زندگی انہیں چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں ہی میں ظاہر ہوتی ہے۔
لیکن میں اپنی اس چھٹی حس کی گودڑی میں تمہاری عظمت کو چھپا کر دنیا کو اس
کے سیلابِ نور سے محروم کر دینا نہیں چاہتی۔ میں جانتی ہوں کہ ہزاروں
عورتوں نے اسی طرح ہزاروں ان ستاروں کو اپنی تاریکیوں میں دفن

کر دیا۔ جو بڑھ کر سد راہ بن جاتے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ لتا ایک بھاری پتھر کی طرح ولسیتی کے راستے میں حائل ہوگئی اور اس کی ترقیوں کے تمام راستے مسدود ہو گئے۔ وہ عورتیں شاید اسی کو اپنی فتح سمجھتی ہیں۔"

"ایلا ———— تم کیا جانو ———— جو اپنی مطلوبہ چیز کو پا سکے اُسی کو اس سرور کا احساس ہو سکتا ہے۔"

"خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتی میں اننو ———— قدرت نے عورتوں کی تذلیل کی ہے اور زمانہ عمر بھر ان کی تضحیک کرتا رہتا ہے۔ ہم لاوہ جانور ہیں جن پر زندگی کا بوجھ لادو یا گیا۔ یہاں مجبور ہو کر مردوں کو افضل سمجھنا پڑتا ہے۔ مرد افضل ہیں یقیناً افضل۔"

"اونچائی میں۔؟"

"ہاں بلندیوں میں۔ مرد ہی وہ قوت ہے جو فطرت کے بچھائے ہوئے تمام جال توڑ کر باہر نکل جاتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ مجھ میں عقل ہے یا نہیں ———— البتہ اتنا جانتی ہوں کہ اگر میں اپنا آپ کسی کے چرنوں میں ڈال سکتی ہوں تو وہ رہی ہے جس کی طرف آنکھ اٹھانے کے لئے مجھے بلندی کی طرف دیکھنا پڑے۔"

"کسی بیچ نے نہیں برہم کیا قلب و دماغ کو۔"

"مجھے انکار نہیں اس سے فلسفہ کی سیڑھی لگا کر جن کی کشش ثقل نہیں گہرائیوں کی طرف کھینچتی ہے وہ ابھرتے نہیں۔ سب کو مرجاتے ہیں۔ عورتوں کو خواہ انفرادی ضروریات اور خواہشات نہ بھی ہوں۔ تب بھی وہ جنسی اعتبار سے مرد کو گہرائیوں کی طرف کھینچتی ہے۔ ہم سب سچ رہیں

بناؤ، سنگھار اور فریب کاری میں ایک نہیں "

" اور بیوقوفوں کو بہلانے کے فن میں "

" مرد واقعی بیوقوف ہوتے ہیں۔ ذرا سے منتر سے بہل جاتے ہیں یہی تو وجہ ہے کہ عورت مغرور ہوتی ہے۔ ہم بیوقوفوں کو چاہتی ہیں ——— لیکن جب کبھی حماقت کے اس افق پر کوئی سورج ابھرتا۔ جب اس کی شعاعیں چاروں کوٹ میں پھیل جاتی ہیں تو عورت اس کو چاہتی نہیں اس کی پوجا کرنے لگتی ہے۔ زندگی میں ذلیل، غلیظ بھی بہت ہیں اور کنجوس اور بدراہ بھی۔ لیکن سب ایسے نہیں ہوتے اگر اس کوڑے کرکٹ کو اچھی طرح چھانٹ پھٹک لیا جائے تب بھی بہت کچھ باقی رہ جاتا ہے ان میں سے ہزاروں کو میں نے بڑی اجلی روشنی میں دیکھا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ دنیا بہت جلد ان کے نام بھول جائے گی لیکن اس کے باوجود وہ بڑے ہیں ——— عظیم! ———!"

" اپلی ——— تمہاری باتیں مجھے شرم سے غرق عرق کیے دے رہی ہیں لیکن سوچتا ہوں چپ رہنا بھی ٹھیک نہیں۔ لیکن خدا لگتی پوچھو تو تمہارے فلسفے کو مان نہیں سکتا۔ ہمارے ملک میں مرد نما زنانے اتنے آباد ہیں جس کی انتہا نہیں۔ میں بچپن ہی سے ان کی باتیں دیکھتا آیا ہوں۔ آج چاہتا ہوں کہ تمہیں بھی کچھ سناؤں۔ میں نے دیکھا ہے ——— اپنے گھرانے میں دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کے گھرانوں میں ایک ظالم ہستی ضرور موجود ہوتی ہے۔ اس کا نام ساس ہے ———"

" یہ میں بھی جانتی ہوں لیکن اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جو لوگ خود کمزور

ہوتے ہوتے وہ ظالم ہوتے ہیں۔"

"امیلا۔ ایسی باتیں کر کے تم اپنی ہونے والی ساس پر فقرے مت اڑاؤ۔
میں بچپن سے سنتا آیا ہوں ـــــ ہمارے گھرانوں میں بیویوں
پر مظالم کے پہاڑ الٹ دیئے جاتے ہیں۔ اور ان سب کی جڑ، بنیاد
ہمیشہ ساس ہوا کرتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ ساس کو اس طرح بے لگام
ظلم کرنے کا حق دیا کس نے ہے؟ ماں کے انہیں ہونہار سپوتوں نے
جن کا نام تم نے قوت مجسم مرد سمجھ رکھا ہے۔ جن میں کسی بھی ظالم کے
خلاف سینہ تان کر کھڑا ہو جانے اور اپنی بیوی کی عزت بچانے کی ہمت
نہیں ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں یہ تو نابالغ ہیں شادی کی عمر ہی کب ہوئی
ہے۔ اور جب شادی کی عمر ہوتی ہے تو اپنی بیوی کے غلام بن جاتے
ہیں۔ جہاں مرد کی قوتیں مفلوج ہو جاتی ہیں وہاں عورت ان پر حکمران کی
حیثیت اختیار کر لیتی ہے اور اپنی بدنامی، بے عزتی کی تاریک ترین گہرائیوں
میں لے ڈوبتی ہے۔ ہمارے ملک میں جو لوگ کوئی بڑا کام کرنے کے
لئے کمر باندھتے ہیں تو عورت کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں ـــــ وہ مرد نہیں
وہ عورت سے ڈرتے ہیں۔ یہ نامردوں کا ملک ہے ایلی ـــــ

اسی لئے تم سے یہ عہد لیا گیا ہے کہ کہیں کوئی خام قلب و دماغ تمہاری
نسائیت کی نازک ضربوں سے لچک کر ٹیڑھا نہ ہو جائے لیکن
حقیقی معنوں میں جو لوگ مرد کہلانے کے مستحق ہیں وہ عورت کی قوتوں
کو اپنی طاقتوں سے ملاتے ہیں اور دوہری طاقت کے ساتھ کام کرتے
ہیں ـــــ یہی وجہ ہے کہ وہ کامیاب ہوتے ہیں۔ خود فطرت
نے مرد اور عورت کے اس توازنِ کار کو قائم کیا۔ اور جو لوگ اس میں خلل

ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی کوششیں بے نتیجہ اور مہمل موہوم ہوتی ہیں۔ وہ مرد کہلانے کے مستحق نہیں۔ اس فن میں تمہیں کرنا تھا۔ تم نے مجھے پرکھا کیوں نہیں۔

"انتو ——— میں بحث کر سکتی ہوں ——— لیکن نہیں کروں گی تم اس وقت جوش میں ہو تم میرے مقصد کی بات کو اپنے ذہن سے نکال نہیں سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ تم اس قسم کی الٹی سیدھی ——— غلط ملط دلیلیں دے رہے ہو۔"

"یہ تم ٹھیک کہتی ہو ——— میں تمہارے اس عمل کو کبھی نہیں بھول سکتا یہ آتشیں حروف ہیں کندہ ہیں میرے دل و دماغ پر۔ لیکن تم خود ہی سوچو ایسا ——— تم نے خود ہی کہا کہ مرد بہت ہی بلند اور ارفع و اعلیٰ ہستی ہے۔ اور تمہیں ڈر ہے کہ عورتیں اس کی قوتوں کو مفلوج کر کے اسے گہرائیوں میں جھونک دیتی ہیں۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ عورتوں کو ابتدا ہی کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ جہاں ہیں مکمل ہیں۔ مرد ——— بد نصیب مرد پیدا ہوتے اور ارفع و اعلیٰ ہونے کی سند رکھنے کے باوجود ادھورا ہے ——— نامکمل ہے اس کو بنانے والا خود اپنی کارگیری پر نادم ہے۔

"انتو ——— ادھورا اور غیر مکمل ——— ہاں لیکن لیکن یہی تو فطرت کا منشا ہے۔ یہی فطرت کا تقاضا ہے۔

"یہ تو میں نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ عورت ہی سے دنیا کے حسن کی تکمیل ہوتی۔ یہی وہ ہستی ہے جس نے فن اور فنکار کا تخیل پیدا کیا۔ یہی وہ غیر فانی صناع ہے جس نے ناقابل اظہار حقائق کو اپنا تن من

وحسن لٹاکر قابلِ اظہار اور قابلِ بیان بنایا۔ فطرت الٰہی مکمل ترین اور حسین ترین
صورت میں عورت ہی کے جسدِ بہاریں میں جلوہ پذیر ہوئی۔ تمہارے سیپی
ایسے شفاف گلے میں سونے کا ہلکا سا ہار ——— اس کو سنار اور
دلکش بننے کے لئے کسی بیرونی طاقت کی ضرورت نہیں ——— یہ
خود حسن ہے ——— کمالِ حسن ۔ میں مانتی ہوں کہ ہزاروں ایسی عورتیں
بھی موجود ہیں ۔ جو حسن کی تخلیق کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکیں ۔ وہ یا تو سونے
کے کپڑے پہن کر تخت پر بیٹھ کر حکم چلانا جانتی ہیں اور یا نوکرانی بن کر جھاڑو
دے اور برتن صاف کر کے دو وقت کی روکھی سوکھی کھا کر زندگی بتا رہی ہیں۔
——— بے شمار عورتیں ہیں ایسی۔"

"مجھے تو بنانے والے سے شکایت ہے انو ——— اس نے
عورتوں میں لڑنے کی قوت کیوں نہیں دی ۔ اُسے کیوں مجبور کیا گیا ہے
کہ وہ کسی قریب والے کا سہارا لے، اور دنیا میں کھڑی رہے ۔ میں نے اکثر
کتابوں میں پڑھا تھا کہ مرا غرسانی سب سے مشکل کام ہے اور عورتیں
اس ادق کام میں مردوں سے بھی بڑھ کر مہارت رکھتی ہیں تو مجھے اپنے
عورت ہونے پر غصہ آگیا۔ میں نے خالقِ تقدیر کے پاؤں پڑ کر دعا کی تھی ۔ کہ
مجھے سات جنم میں بھی لڑکی نہ بنانا ۔ میں نے مردوں کو عورت ہی کی نظر سے
دیکھا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی کمزوریاں میری نگاہوں سے اوجھل ہو
گئیں ۔ اور میں انہیں صرف ایک بزرگ، قوتِ مجسم، طاقتِ عظیم کہنے کے
سوا اور کچھ نہیں جان سکی ۔ جب کبھی دانش کے سوال پہ غور کرتی ہوں ۔ تو
دماغ غیر شعوری طور پر مردوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے ۔ میں سوچنے
لگتی ہوں ۔ کہ ملک و قوم کی بزرگی اور برتری مردوں ہی میں تو اپنا ظہور کرتی ہے

ان کی غلطی میں بھی پستی نہیں ہوتی۔ وہ بڑی غلطی کرتے ہیں لیکن انہیں بیچاروں کو اپنے گھر ہی میں رہنے کو جگہ نہیں ملتی۔ اسی خیال سے میرا سینہ پھٹ جاتا ہے۔ میں انہیں مردوں کی ماں ہوں، انہیں کی بہن بھی انہیں کی لڑکی ہوں۔ انگریزی پڑھی لکھی لڑکیاں اپنے آپ کو خادمہ کہتے ہوئے گھبراتی ہیں لیکن میرا دل پکار اٹھتا ہے۔ میں خادمہ ہوں۔ مردوں کی خدمت کرنا میرا مقصدِ حیات ہے۔ ہماری محبت ترقی اسی وقت حاصل کرتی ہے جب اس میں عبادت اور یگانگی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔"

"بہتر۔۔۔۔۔۔ لیکن دنیا میں ہزاروں مرد موجود ہیں جن کے قدموں پر یگانگی اور عبادت کے پھول پیش کر سکتی ہو۔ لیکن مجھی کو کیوں مخصوص کیا گیا اس کام کے لیے۔ تم نے عورتوں کی سبھی قسمیں گنوا دیں، بہن، بیٹی، ماں ۔۔۔۔۔۔ لیکن سب سے بڑی قسم کو حذف کر دیا ۔۔۔۔۔۔ وہ قسم جو ان کا منبع ہے ۔۔۔۔۔۔ میری تقدیر!"

"تم اپنے کو اتنا نہیں پہچانتے اتو جتنا میں تمہیں پہچانتی ہوں۔ اگر میں تمہیں اپنے داؤں پیچ کے پنجرے میں بند کر دیتی تو دو ہی دن میں تمہارے حواس پھڑ پھڑا سکتے۔ ہم لوگ جس طرح تمہاری صنف کو تسکین و آرام دے سکتے وہ تمام ذرائع ایک ایک کر کے ختم ہو جاتے۔ اور پھر تم میری اصلی صورت میں مجھے دیکھتے ۔۔۔۔۔۔ سراپا مفلس ۔۔۔۔۔۔ قلاشِ محض۔ لیکن میں نے اپنی اس حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور ہنستے ہنستے تمہیں ملک و قوم کے ہاتھوں میں سونپ دیا ہے۔ وہاں تمہاری عظمت و بلندی تنگیٔ داماں کی شاکی نہ ہو گی۔"

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لینن کے کسی خفیہ جسم پر چوٹ آ گئی ہے ۔۔ وہ

تلملا کر اٹھا اور کمرے میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ پھر ایلا کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور بولا "بہت برداشت کیا ——— بہت چاہا کہ تمہارے کانوں تک وہ زہر نہ پہنچ سکے جس سے میرا دل کٹا جاتا ہے۔ ملک و قوم سے بیوفائی اور بلا۔ میں پوچھتا ہوں تمہیں جرأت کیوں کر ہوئی مجھے کسی دوسرے کے ہاتھوں سونپ دینے کی؟ تم سونپ سکتی تھی اپنے حسن و جمال کو۔ جو حقیقتاً تمہاری اپنی ملکیت ہے جسے تم خادمت کہہ لو ——— دان کا نام دے لو ——— جو چاہو کر دو۔ ——— اگر تم چاہو تو میں مغرورانہ شان سے تم تک آؤں اور دروپدی کی طرح تمہیں ایک بول تو بھی تیار ہوں۔ اگر چاہو کہ میں اپنے سر کو غلامانہ جھکا کر تمہارے دروازے پر تم سے تمہیں ہی بھیک کے طور پر مانگوں تب بھی میں راضی۔ لیکن تم اپنے دان کو خود ہی حقیر کر رہی ہو۔ تم عورت ہونے کی حیثیت سے جس جلال اور جس شان کو میرے اندر پیدا کر کے ملک و قوم کے ہاتھوں میں سونپ سکتی تھی اس جلال کو تم نے اپنے بودہ دلائل کے پردے میں چھپایا اور خالی خولی چھچھورپن کے منہ پر دے مارا۔ یہ دان ——— ——— ہے ——— تم کچھ نہیں دے کوئی نہیں دے سکتا۔ ملک کا معاملہ ایسا پکا پکایا حلوہ نہیں ہے۔ کہ ایک کے ہاتھوں سے گزر کر دوسرے کے ہاتھوں میں دان کے طور پر پہنچ جائے۔"

"آہ ——— ———" ایلا کا رنگ فق ہو گیا تھا "کیا کہہ رہے ہو ——— میں تو کچھ بھی نہیں سمجھی۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ عورت دلکشی اور شیرینی کی ایک وسیع مملکت ہے۔ اس کی وسعتیں لامحدود اس کے کنارے بے کنار۔ اس کے قلب

کی گہرائیاں اتھاہ ——— ناقابل عبور ——— یہ پنجرہ نہیں ہے۔ لیکن جس وطن کو میرا آشیانہ قرار دیا جا رہا ہے وہ میرا آشیانہ نہیں ——— تمہاری جماعت کے ہاتھوں کا بنایا ہوا خانہ ساز وطن ہے تم اسے وسعتوں کا جہان کہہ لو۔ لیکن میں اسے پنجرہ سمجھتا ہوں۔ ایک ایسا پنجرہ جس میں رہ کر میری قوتیں شل ہو جائیں گی۔ میری عظمتیں پسینوں میں تحلیل ہو جائیں گی۔ اس پنجرے میں رہ کر میرے اعصابی نظام میں ایک انقلاب آجاتا ہے جو اس کا اپنا نہیں۔ میں اس پنجرے سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ ایلا! ——— مجھے نفرت ہے اس کی چار دیواری سے لیکن میرے تمام راستے بند ہیں۔ میرے پر و بال نوچ گئے۔ میرے بازوں کی ہمت نے جواب دے دیا۔ دونوں پاؤں مفلوج ہو گئے۔ اور اپنے لئے آپ زنجیریں بن گئے۔ اپنے وطن میں اپنا مقام منتخب کر دینا تو انسان کا اپنا کام ہے۔ مجھ میں یہ قوت موجود تھی۔ لیکن تم نے مٹا دی وہ قوت۔ آخر کیوں؟

"تم نے ہٹنے کیوں دی انتو" ایلا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"عورتوں میں یہ بے پناہ طاقت ہے کہ وہ مرد کے ذہن سے اس کے نصب العین کو بھی بھلا دیتی ہیں۔ میں اپنی بلند ترین آواز میں پکار کر اقرار کروں گا کہ میں بھول گیا ——— اگر میں اپنے آپ کو تمہاری وجہ سے نہ بھول جاتا تو مجھے اپنے مرد ہونے پر شک ہونے لگتا۔

"تو پھر اس میں مجھے ڈھونڈنے ڈپٹنے کی کیا بات ہے۔

"یہی کہ مجھے اسی راستے پر لے جاؤ۔ جو تمہاری اپنی دنیا کو جاتا ہے ایلا۔ مجھے اپنی دنیا میں لے جاؤ۔ جہاں تمہاری حکومت ہے۔

جہاں تمہارا اختیار ہے ——— جہاں تمہاری جماعت کا اثر نہیں۔ ——— تمہاری جماعت ——— تم لوگوں نے دنیا میں عمل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ دیکھا ہے ——— وہی سرہنری شاہراہ ——— جس پہ چکر کاٹتے کاٹتے میں تھک جاتا ہوں۔

"سرکاری؟"

"ہاں تم لوگوں کا قدیم فرض جگن ناتھ کے رتھ سے کم نہیں ——— منتر پڑھنے والے نے حکم دیا آنکھیں بند کرو۔ اور سب آنکھیں یکدم بند ہو گئیں۔ پھر حکم ہوا رسّہ کھینچے رہو۔ اور سب ہاتھ ایک تسلسل کے ساتھ آگے۔ رسّہ کندھوں پہ رکھ لگے اپنی طاقت و قوت کا امتحان کرنے۔ پہیوں کے نیچے آکر سب کے مرگئے کئی کئی عمر بھر کے لئے اپاہج ہو گئے۔ اتنے میں رتھ کی واپسی کا منتر پڑھا جانے لگا۔ اور رتھ لوٹ گیا جن کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں وہ کیا ٹھیک ہوتے۔ ہاں پاؤں کی ٹھوکروں سے ہٹا ہٹا کر انہیں سڑک کے کنارے مٹی میں گرا دیا گیا۔ ہماری خود اعتمادی شروع ہی سے کچل دی گئی تھی۔ اس لئے ہر شخص سرکاری سانچے میں ڈھل جانے ہی کو اپنی خوش قسمتی سمجھتا تھا ——— ذرا ڈھیل دی۔ اور ہزاروں کھلو ٹوٹ پھوٹ کر ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گئے۔

"لیکن وہ تو ——— برباد ہونے والوں میں سے کثرت اُن کی تھی جو پاگلوں کی طرح بڑھے تھے ——— جن کے قدم نہیں چل پاتے تھے۔"

"لیکن شروع ہی سے معلوم ہونا چاہئے تھا کہ انسان ہمیشہ کے لئے کٹھ پتلی نہیں بن سکتا۔ میں مانتا ہوں کہ رسم و رواج کو انسان کی طبیعت

ثانی بنایا جا سکتا ہے لیکن جب نفرت کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ تب اس کا کٹھ پتلی بننا آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کی اطاعت اکمل اور اعتماد مکمل ہی سمجھنا عین حقیقت ہے۔ اگر تم مجھے یہ سمجھتیں تو میری جگہ تمہارے دل میں ہوتی قدموں میں نہ ہوتی۔"

"انتو! —— تمہارا فرض تھا تم آغاز ہی میں مجھے ذلیل کر کے بھگا دیتے۔ مجھے مجرم نہ بناتے۔"

"میں نے تو ہزار بار کہا تھا کہ میں تم سے مل جانا چاہتا ہوں —— یہ نشہ خیز لالچ مجھ سے چھڑائے نہیں چھٹتا تھا۔ مستقیم راستے سب کے سب مجھ پر بند تھے۔ اس لئے مجبوراً مجھے آنکھیں بند کر کے الٹے راستے پہ چلنا پڑا آج معلوم ہو گیا کہ تمہارے دل میں بھی میرے لئے جگہ ہے۔ لیکن ہم مل نہیں سکتے۔ مجھے تم تک پہنچنے ہی کے لئے زندگی بھر جدوجہد کرنا ہو گی اور اسی راستے پر مر جانا ہو گا —— میری جب موت ہو گی اس وقت تم دونوں ہاتھ بلا بلا کر بلاؤ —— پکاروگی کہ میں تمہارے دل کے قریب آ جاؤں۔"

"اُف —— انتو —— بھگوان کے لئے ایسا نہ کہو —— میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔"

"بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا کچھ —— ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاگل ہو گیا ہوں ——"

"تم بہک گئے ہو انتو"

"کیا کہتی ہو —— میں بہک گیا ہوں اور صرف آج —— میری تو یہ حالت ہمیشہ سے ہے۔ ابھی بچہ ہی تھا کہ باتیں —— دنیا نشا

میری ننھی سی ناتجربہ کار دنیا میں سے نکل کر ادب کی جانب بھاگتے تھے کتنی ہی مثالیں ہزاروں مزے کی تشبیہیں اور ہزاروں دوسری بے ربط باتیں لڑکھڑا کر میری زبان پر آتی تھیں۔ جب جوانی کو پہنچا تو ادب کا بھوت سر پر سوار ہوا۔ لیکن دیکھا کہ تاریخ کے تمام ستونوں پر قانون اور حکومت کے پہرہ دار کھڑے ہیں۔ بڑے بڑے بہادروں کے ہتھیار بکھرے پڑے ہیں ——— راستے میں گرتے ہوئے ستونوں کی دراڑوں میں سے پیپل کی کونپلیں پھوٹ آئی ہیں۔ صدیوں کی کوششیں جن میں کشش کرتے ماؤں نے اپنی جوانی اور زندگی نثار کی تھی خاک کے ڈھیروں میں خاموش پڑے ہیں۔ وقت کے اس بے معنی ڈھیر پر صرف ایک تخت بچھا ہوا تھا اور اس تخت کے قدموں میں ہزاروں آرزوئیں اور تمنائیں کچل کچل کر دم توڑ رہی تھیں۔ میں مدتوں سوچتا رہا کہ اس فانی تخت کے پایوں پر نذر نثار کرنے کا اہم فرض مجھے سونپا گیا ہے ——— اپنا تمہارا اثر ہمیشہ سے بہتا آیا ہے۔ پہلے بھی لیکن اب تو اس بات کی امید ہی نہیں رہی کہ تم کسی وقت مجھے پہچان سکو گی۔ ——— میری تقدیر تم نے مجھے اپنی اسباب دست پر کھینچ لے جانا اور مجھے کر رکھ لیا۔"

ایلا بے تاب ہو کر چوکی پر سے اٹھ بیٹھی اور ایتین کے قدموں پر سر رکھ کر رونے لگی۔ ایتین نے اُسے اپنے قدموں پر سے اٹھا کر اپنے پاس بٹھایا اور بولا "میرے الفاظ نے تمہارے دل پر زخم لگائے ——— لیکن یہ سمجھ کہ میرے چاروں طرف ایک پردہ لٹکا ہوا ہے ——— الفاظ کا پردہ اور اس پردے میں ایتین آزاد ہے ——— آزاد محض دنیا کی ہر قید زمانے کے ہر جھنجھٹ سے آزاد۔ اس حقیقت کو صرف تمہارے ماسٹر صاحب

جانتے ہیں۔ اور اس کے باوجود وہ مجھ پر اعتماد رکھتے ہیں۔
"سب کے ساتھ مل جانے کے لئے تمہیں اپنی بلندیوں پر سے اترا۔
عوام کی پستیوں تک آنا پڑتا یہی اُن کے اعتماد کی وجہ ہے۔ میں نے آج
تک کسی مرد پر اتنا اعتماد نہیں کیا تھا ——— نہیں بلکہ کسی بھی عورت
نے کسی مرد پر اتنا اندھا اعتماد نہیں کیا ہوگا۔ جتنا میں نے تم پر کیا ہے۔ اس
کی یہی وجہ ہے کہ تم عام نہیں ہو۔ اگر تم بھی عوام میں سے ایک ہوتے تو میں
تم سے ڈرتی یم پر اعتبار نہ کرتی"
"تمہاری یہی بے خوفی تو میرے لئے سوہان روح ہے۔ اگر تم مجھ سے
ڈرتیں تو کم از کم کبھی نہ کبھی تمہیں میری ضرورت تو محسوس ہوتی تم اس کی
عزت کرنے پر مجبور ہو جاتی۔ میں مرد ہوں ہی نہیں شاید ———
ورنہ تہذیب اور اخلاق کے اس فرسودہ پردے کو چیر کر تمہیں اٹھا لے
جاتا ——— آج سے بہت پہلے۔ آہ ——— ——— تہذیب
اخلاق، شرافت! ——— محبت کو ان سے کیا کام ———
محبت تو اندھی ہوتی ہے وحشی ہوتی ہے جاہل ہوتی ہے۔ اُسے شہری
پالتو نالیوں سے کیا سروکار جنہیں اخلاق اور تہذیب کا خوش نما نام دیا
گیا ہے"
ایلا جلدی سے اٹھ بیٹھی اور بولی "چلو اٹھو ——— اندھیرا ———"
انہیں بھی اٹھ بیٹھا "اگر آج تم اتنے دنوں بعد مجھ سے ڈرنے لگی ہو
تو میری فتح ضرور نہیں۔ شباب آیا تو اس وقت عورتوں کو پہچانتا نہیں تھا۔
میں۔ میں انہیں تصور کے ایوانوں پر سجا کر اپنی حقیقی دنیا سے دور بٹھائے
رکھتا تھا۔ اب وہ وقت نہیں ——— اب وقت نکل گیا ورنہ

ثابت کر دیتا عورتوں کی دنیا پر کہ جو تم چاہتی ہو وہ مجھ میں بھی چاہتا ہوں۔ میرا دل بھی مرد کا دل ہے ———— وحشی خونخوار وحشی! ——

اگر یہ وقت نہ نکل گیا ہوتا تو تمہیں اپنے بازوؤں میں جکڑ لیتا۔ تمہاری پسلیوں کی ہڈیاں چیخ اٹھتیں۔ رونے کے لئے تم میں سانس نہ ہوتی۔ تمہیں اُس وقت ہوش آتا جب جھنجھوڑ کرنے کی ضرورت باقی نہ ہوتی۔ یہ تھا میرا راستہ لیکن اب میں تمہارے راستے پر پڑا ہوں ———— اس راستے جو تلوار کی دھار کی طرح تیز اور تنگ ہے۔ اس پر دو آدمی بیک وقت نہیں چل سکتے۔"

"آہ! ———— ڈاکٹر —— ———— زبردستی لے جانے کی ضرورت نہیں ———— میں تمہاری ہوں ———— تمہاری ہوں ———— سنبھالو" یہ کہہ کر ایلیا نے دونوں بانہیں پھیلا دیں اور لپک کر ایتن کے سینے سے چمٹ گئی۔ اُس کا چہرہ ایتن کے چہرے کی طرف اٹھ گیا ———— ایک قیامت خیز انداز میں! ————!

کھڑکی کھلی تھی اور سڑک پر سے آنے جانے والا صاف نظر آ رہا تھا۔ ایلیا یکایک چونک اٹھی اور بولی "غضب ہو گیا۔ وہ دیکھو ———— دیکھتے ہو"

"کیا ہے؟"

"اُس چوراہے پر ———— ضرور ہو تو ہے وہ ———— یہیں آ رہا ہے"

"وہ جانتا ہے اپنی منزل"

"اُسے دیکھ کر خوف سے میرا پتہ کٹ پٹ جاتا ہے۔ اس کی طبیعت کتنی

جابر کتنی سخت ہے۔ میں اس سے جتنا بچنے کی کوشش کرتی ہوں وہ اتنا ہی میرے قریب آتا ہے۔ اُف کتنا غلیظ کتنا خوفناک آدمی ہے وہ۔"

"مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتا ایلا!"

"اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں جب مجھے گھورتی ہیں۔ تو میرا دل سہم کر سمٹ جاتا ہے۔

"اس کی پرواہ کیوں اتنی ــــــــ تمہارا دل تو نفرت نہیں کر سکتا اس سے"

"میں اس سے بے حد ڈرتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہر وقت میرے ذہن پر مسلط رہتا ہے۔ میں بہت چاہتی ہوں کہ بھول جاؤں اسے ــــــــ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ بہشت پا یہ اپنے گندے پنجے نکال کر میری عزت و توقیر پر حملہ کر دے گا۔ وہ مسلسل ایسی سازش میں رہتا ہے۔ تم سمجھو گے کہ میں عورت ہوں اس لئے وہم کا شکار ہو رہی ہوں۔ لیکن یقین مانو یہ وہم نہیں ــــــــ حقیقت ہے۔ ایک تلخ گھناؤنی ــــــــ وہ میرے خوابوں پر شیطان کی مسلط رہتا ہے انتو ــــــــ مجھے اپنا اتنا خوف نہیں جتنا تمہارا ــــــــ وہ حاسد ہے ــــــــ اُس کا حسد ناگ کے پھنکارتے ہوئے پھن سے کم نہیں۔"

"لیکن ایلا اس قسم کے جانوروں میں ہمت اور جرأت نہیں ہوتی ــــــــ صرف بدبو ہوتی ہے۔ اسی لئے میں اُسے چھیڑنا نہیں چاہتا۔ اس کے علاوہ وہ مجھ سے بے حد ڈرتا ہے۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ میں خوفناک شکل و صورت کا آدمی ہوں ــــــــ محض اس لئے ڈرتا ہے کہ میں اُس سے محتاط ہوں۔

"انتو ـــــــ میری زندگی مصائب اور تکالیف کی ایک مسلسل اور غم آفرین کہانی ہے میں ہر قسم کے خطرات میں سے ہو کر گزر چکی ہوں اس لئے اب مجھے کسی قسم کے کسی بھی خطرے سے ڈر نہیں ـــــــ لیکن میں یہ کسی طرح بھی نہیں چاہتی کہ کسی بھی حادثے سے کسی بھی وجہ سے میں اس کے ہاتھوں میں دے دی جاؤں میں اس بات پر موت کو ترجیح دوں گی۔" ایلا نے انتو سکا ہاتھ دبایا گویا اُسے کہہ رہی ہو کہ اس کی مدد کا وقت آگیا اور بولی "میں اکثر دیوتا سے دعا کیا کرتی ہوں کہ اگر میری موت کسی جنگلی جانور ہی کے ہاتھوں لکھی ہے تو شیر باز کچھ کھا جائیں مجھے۔ مگر مجھے نہ پکڑے جو مجھے کیچڑ میں گھسیٹے گا۔ اور انچ انچ کر کے سڑا سڑا کر اور گلا گلا کر میری موت لائے گا۔

"خوب! ـــــــ تو ہم شیروں اور مگرمچھوں کی فہرست میں ہیں۔"

"نہیں نہیں ـــــــ تم میرے محافظ ہو ـــــــ تمہارے ہاتھوں مرجانا ـــــــ گویا مکتی ہو گئی ـــــــ سنو تم نے قدموں کی چاپ ـــــــ وہ ادھر ہی آرہا ہے۔"

انتین نے جلدی سے کمرے سے نکل کر کہا۔

"یہ تو ـــــــ یہاں نہیں ـــــــ نچلے کمرے میں چلو۔

"ایلا جیجی ـــــــ" بٹو نے کہا۔

"ابھی ابھی کپڑے بدلنے گئی ہیں ـــــــ تم نچلے کمرے میں چلو۔"

"کپڑے بدلنے اور اتنی دیر سے ـــــــ ساڑھے آٹھ تو ـــــــ"

"ہاں ہاں ـــــــ" انتینا نے بات کاٹی "میری وجہ سے دیر ہو گئی ہے۔

"لیکن مجھے تو صرف ایک بات کہنا ہے۔ پانچ منٹ لگیں گے مشکل سے۔"

"وہ غسل خانے میں گئی ہیں ——— اور کہہ گئی ہیں کہ ان کے خاص کمرے میں کوئی نہ آئے۔"

لیکن آپ ...... ان کا مطلب تھا۔

جوزیبیب مسکرایا ——— اس کی مسکراہٹ میں طنز پوشیدہ تھا جو ظاہر تھا وہ بولا۔

"ہمیں یہاں پڑے راتیں بیت گئیں لیکن گریمر کے تمام اصول قاعدے اب بھی ہم پر عائد ہوتے ہیں۔ آپ کتنے خوش قسمت ہیں کہ آئے ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ روز بھی نہیں ہوئے اور تمام قاعدے قانون سے بالاتر ہو گئے۔ لیکن اتیندر بابو ——— یہ راستہ پھسلنے کا ہے۔ جو لوگ تمام قاعدے قانون سے مستثنیٰ کر دیے جاتے ہیں وہ زیادہ دیر نہیں ٹک پاتے۔"

یہ کہہ کر وہ پاؤں مارتا سیڑھیوں پر سے نیچے اتر گیا۔

تھوڑی ہی دیر میں اکھل آ پہنچا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی آری تھی۔ وہ اپنا کام ادھورا ہی چھوڑ کر آیا تھا۔ آتے ہی بولا۔

"تمہاری ایلا رانی کی؟"

"نہیں آپ کی ——— آپ ہی کے ہاتھ میں دینے کو کہا ہے۔"

"کس نے؟"

"میں پہچان نہیں سکا۔ اکھل نے کہا اور چٹھی دے کر چلا گیا۔ انہوں نے چٹھی کھول کر دیکھی۔ کاغذ جس پر چٹھی لکھی گئی تھی سرخ تھا انتہائی درز

گیا ——— خطرے کا یہ نشان! ——— اس نے گھبرا کر تن پر نگاہ دوڑائی چھٹی پوشیدہ زبان میں لکھی گئی تھی۔ اس میں لکھا تھا۔ ایلا کے مکان پر اب ہرگز نہ ٹھہرو ——— فوراً نکل آؤ۔

اتیندر نے چھٹی کو پرزے پرزے کر دیا پھر غسل خانے کے دروازے کے قریب کھڑا ہوا اور پھر خاموشی سے دوسری طرف سے نکل گیا۔ سڑک پر کھڑا ہو کر اس نے ایک بار اوپر دیکھا۔ کھڑکی کھلی تھی اور آرام کرسی کا تھوڑا سا حصہ نظر آ رہا تھا۔ اس کے قریب ہی سرخ رنگ کا دھاری دار تکیہ پڑا تھا۔ اتیندر تیزی سے دوڑ کر چلتی ٹرام میں سوار ہو گیا۔

جرعۂ سوئم

ہلکے گہرے، بھورے، زردی مائل، مٹیالے، سبز رنگوں کے درختوں کے جھرمٹ چاروں طرف کھڑے ہیں۔ ادھر ادھر جا بجا تالاب ہیں جن میں پانی کا تو نام نہیں البتہ بانسوں کی متعفن پتیاں اور کیچڑ بھرا ہے۔ درختوں کے درمیان سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی ایک کچی سڑک جا رہی ہے جس پر بیل گاڑیوں کے پہیوں کے گہرے نشانات بنے ہوئے ہیں۔ کہیں کہیں آلو، آروی، گھنا ارنڈ اور ناگ پھنی وغیرہ کی کھیتیاں بھی ہیں۔ کچھ آگے چل کر دھان کے کھیت ہیں جن کی اونچی اونچی مینڈوں میں پانی بھرا ہوا ہے۔ یہ سڑک گنگا کے گھاٹ پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ پرانے فیشن کی چھوٹی اینٹوں کا ایک ٹوٹا پھوٹا گھاٹ جس سے کچھ دور ہٹ کر ایک [illegible]

ایک چھوٹا سا جنگل ہے۔ اس جنگل میں ایک کھنڈر سا مکان ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس میں ماں کے قاتل کا ایک بھوت بسیرا کئے ہوئے ہے۔ رات ہوتی کوئی زندہ آدمی اس کھنڈر کے قریب پھٹکتا تک نہیں۔

یہ مکان یکسر ویران ہے۔ پوجا کا ایک چھوٹا سا دالان ہے جو بالکل ٹوٹ چکا ہے۔ اس کے سامنے ایک لمبا چوڑا صحن ہے جس میں جگہ جگہ کائی جمی ہوئی ہے۔ کھنڈر کی شکستہ دیواروں اور بوڑھے برگد کی داڑھی میں ایک کشتی کا ڈھیر پڑا نظر آتا ہے۔

ایتن اس جگہ قیام پذیر ہے۔

شام کے قریب اسی ٹوٹے پھوٹے مکان میں کھنائی گپت آپہنچے۔ ایتندر کھنائی کو دیکھ کر چونک اٹھا۔ کھنائی کو کم از کم اس جگہ کا پتہ نہیں چلنا چاہیئے تھا۔

"آپ ——— یہاں؟"

"سراغ لگانے نکلا ہوں"

"مذاق کا وقت نہیں ہے"

"مذاق کی تو کوئی بات نہیں جناب۔ میں تو ادنےٰ خادم ہوں آپ لوگوں کا۔ چا کی دوکان میں بیٹھے بیٹھے سر پر سنیچر سوار ہوا۔ تو وہاں سے نکل کھڑا ہوا ——— شمشان کو جانے والی سڑک کے علاوہ جن لوگوں کا اور کوئی راستہ نہیں ان کے لئے یہی شاہراہ تو ایک باقی ہے ——— جو ملک کے سینے پر مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہے"

"تو یوں کہیئے ——— چا بنانا چھوڑ کر آپنے خبریں بنانے کا پیشہ پسند فرمایا ہے"

یہ ریزرو بینک سے نہیں چھپتا بندہ نواز ——— یہاں تک تو ٹھیک ہی ہے ۔ ——— شکار خود بخود جال میں آ پھنسا ہے ۔ میں تو صرف چانس کھینچنے ہی والا تھا کہ تمہارے مرتے ہی ان کی تمنا سے قائم مقام خبریں تو وہاں پہنچ ہی چکی تھیں ۔ آخری بار دھاڑ کی خبریں سن کر ہی تو شاید وہ جلپائی گوڑی کے دھرم سالہ میں تشریف فرما ہوں گے ۔"

"اب شاید میری باری آئی ہے ۔"

"مجھے معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے ۔ بٹو نے راستہ تیار کر دیا ہے ۔ میرے حصے تو بہت تھوڑا کام ہے ۔ لیکن ابھی اس کے پورا ہونے میں کچھ وقت لگے گا ۔ جب تم پہلے مکان میں رہتے تھے ——— یاد ہے اس وقت تمہاری ڈائری کھو گئی تھی ۔"

"ہاں ہاں ——— خوب یاد ہے ۔"

"پولیس کے ہاتھ چڑھ جاتی وہ ——— اس لئے مجبوراً مجھ کو چرانا پڑی ۔"

"آپ کو!"

"بالکل ——— ٹھیک ارادہ ہر تو دھگوان کی طرف سے ہوتی ہے ۔ ایک دن تم بیٹھے پڑھ رہے تھے ۔ میں نے کوشش کر کے تمہیں چند لمحوں کے لئے باہر بھیج دیا ——— میدان صاف تھا ۔ ڈائری اڑا دی گئی ۔"

"تو آپ نے سب پڑھ لی" انہوں نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا ۔

"پڑھنا ہی ——— قدرتی امر تھا ۔ ڈائریوں میں کیا لکھا جاتا ہے اس کا پڑھنے پڑھنے ——— اس سے پہلے مجھے کبھی خیال بھی نہیں آیا

تھا۔ کہ بنگالی زبان میں اتنی فصاحت، شیرینی اور بلاغت ہے۔ اس میں ہزار باتیں رازکی بھی تھیں لیکن سرکار انگلشیہ کے خلاف نہیں۔"

"آپ کا خیال ہے آپ نے اچھا کام کیا ہے یہ۔"

"یہی تو میں جان نہیں سکا۔ کہ میں نے یہ کام کیا ہے تو اس میں اچھائی کتنی ہے ——— تم فی الواقع بہت اچھے ادیب ہو۔ اس میں کوئی اوچھی، بے سروپا یا قابل گرفت بات نہیں کسی کا نام نہیں لیا۔ اگر صرف جذباتی طریقے سے دیکھا جائے تو اس میں اتنی حقارت اور نفرت کی بو آتی ہے کہ یہ اگر کسی وزیر کے قلم سے نکلتی تو سرکار سے اس پر تمغوں اور القابات کی بارش ہوتی۔ اگر بڑو تمہارا تعاقب نہ بھی کرتا تب بھی وہ ڈائری تمہاری گرفتاری کا مضبوط ثبوت تھی۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں ——— سب کی سب پڑھ لی آپ نے۔"

"جی ——— شروع سے آخر تک! ——— سچ کہتا ہوں اگر میں کسی لڑکی کا باپ ہوتا اور میری لڑکی تمہارے دل و دماغ میں یہ خیالات پیدا کر دیتی تو مجھے یقیناً بے انتہا خوشی ہوتی۔ اندر ناتھ نے تمہیں اپنی جماعت میں شامل کر کے صرف تمہیں پر نہیں سارے ملک پر ظلم کیا ہے۔"

"جماعت کے دوسرے لوگوں کو آپ کے اس پیشہ کا پتہ ہے۔"

"مطلقاً نہیں۔"

"ماسٹر صاحب کو۔"

"وہ ذہین ہیں اس لئے سمجھ گئے ہوں گے لیکن انہوں نے نہ ہی مجھ سے پوچھا ہے اور نہ ہی مجھے بتانے کی ضرورت ہوئی ہے۔"

"مجھ سے جو کہہ رہے ہو"

"یہی تو حیرت کی بات ہے ——— لیکن یہ اکثر ہوتا ہے کہ مجھ ایسا شکی آدمی اگر کسی پر اندھا اعتماد نہ کرے تو اس کا جینا اجیرن ہو جاتا ہے میں جذباتی نہیں ہوں ——— اور میرا خیال ہے میں بیوقوف بھی نہیں۔ ورنہ ڈائری رکھتا اور تمہیں دے کر دل کی بھڑاس نکال لیتا۔"

"اور ماسٹر صاحب"

"ماسٹر صاحب کو خبریں دی جا سکتی ہیں لیکن ان کے ساتھ دل نہیں کھولا جا سکتا۔ میں اندر ناتھ کا جنرل سیکرٹری ہوں لیکن اس سے یہ اندازہ کرنا کہ ان کے سب راز مجھے معلوم ہوں گے۔ ایسی باتیں جن کا تصور بھی ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ ہماری جماعت میں جو لوگ ہیں وہ اگر بلاوجہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں تو اندر ناتھ بھی اپنی انتہائی بے دردی کے ساتھ خوالات بھیج دیتے ہیں۔ یہ کام قطعی نفرت انگیز ہے۔ میں مانتا ہوں ۔ لیکن اس میں گناہ یا تصور کا شائبہ تک نہیں۔ میں تمہیں پہلے ہی سے متنبہ کئے دیتا ہوں کہ ایک نہ ایک دن میری مدد سے یا اسی کی وجہ سے تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑ جائے گی۔ اس کا کچھ خیال نہ کرنا۔ تمہارے یہاں آنے کی خبر سب سے پہلے بڑھی کے ذریعہ سے تھانے میں پہنچی تھی۔ لہٰذا مجھے مجبوراً نیلے پر دھلا پھینکنا پڑا۔ میں نے ثبوت میں تصدیر بھی پیش کر دی ——— خیر! ——— اب کام کی بات سنو۔ میں تمہیں چوبیس گھنٹوں کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر تم اس عرصے میں بھی یہیں رہے تو میں یہی تمہیں تھانے کا مہمان رکھنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ تمہارے لئے ہم نے رہائش کی جگہ بھی ڈھونڈ لی ہے۔ اس کا مفصل نقشہ یہ ہے ——— تم حروف تو پہچانتے

ہو ـــــــــ بہرحال اِسے زبانی یاد کر کے پھینک دینا۔ راستے کے اس طرف تمہاری قیام گاہ ہوگی ـــــــــ سکول کی بغل ہی میں۔ اس کے سامنے تھانہ ہے۔ وہاں تمہیں پولیس کا ایک منشی ملے گا۔ وہ دور نزدیک سے میرا رشتہ دار بھی ہے۔ راگھو بیال نام۔ یہ تین پشتوں سے یہاں آباد ہے ـــــــــ یاد رکھو تمہیں اسکول کی ماسٹری ملی ہے راگھو پہلے تمہارا ٹرنک دیکھے گا۔ پھر جامہ تلاشی لے گا۔ اس کے بعد ایک آدھ بار رعب بھی جمائے گا لیکن اِسے شربت کی طرح بس پی ہی جانا۔ ان کی ہندی بھی بڑے مزے کی ہے۔ لب و لہجہ سے معلوم پڑتا ہے کہ مینا بھر کے بنگالی سسرال کی طرف سے ان کے عزیز ہوتے ہیں۔ تم ان سے زبان لڑانے کی کوشش مت کرنا۔ باہر سائیکل پڑا ہے۔ اشارہ پاتے ہی بس اڑا لو ـــــــــ اچھا آؤ ـــــــــ جاتی دفعہ بغل گیر تو ہولیں "

ابین بظاہر خاموش بیٹھا تھا۔ لیکن اس کے دل و دماغ میں ایک بے پناہ طوفان بپا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کی زندگی کا یہ سحر آگین ناٹک بالکل بے وقت ختم ہو گیا ـــــــــ پھر جیسے وہ کسی حادثہ کی وجہ سے دفعتہً گر پڑا ہو۔ آہ! ـــــــــ وہ زندگی وہ جو طلوعِ سحر کی سنہری کرنوں کے سائے میں ہوا تھا کتنی جلدی بھیانک تاریکیوں کی بھول بھلیاں میں کھو جانے والا ہے۔ اُسے وہ لمحہ بھی یاد تھا جب تقدیر کی مسکراہٹوں نے اس کے سامنے ایک ایسا تحفہ رکھ دیا تھا جس کا اُسے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ قدرت کے نادرہ کار ہاتھوں کا وہ بے مثل شاہکار ـــــــــ وہ حسنِ فطرت کی جگمگاتی ہوئی دیوی اُسے سورگ کی دیوی معلوم ہوتی تھی۔ اُسے ایسا

محسوس ہوتا تھا کہ دانتے اور بیاترچے کی رنگین داستان ان دونوں کے وجود میں دوبارہ سانس لینے لگی ہے۔ اسی تطابق نے اُسے غیر شعوری طور پر دانتے کی طرح اپنے ملک میں انقلابات پیدا کرنے پر تیار کر دیا۔ اور وہ اندھا دھند خدمتِ ملک کے خونین سمندر میں کود پڑا۔ لیکن اس کے مقصد میں دانتے کے مقصد کی سی حقیقت نہ تھی، وہ جوش وہ بہادری جس نے دانتے کو لافانی کر دیا تھا اس میں نہ تھی۔ اس لئے بہت جلد وہ ایک ایسی دلدل میں گر پڑا جس سے بچ کر آنا ناممکن تھا۔ اس کے بلند ارادے، اس کے آسمان گیر خیالات اور ملک بدست زعمات ایک خونین سمندر میں غوطے کھانے لگے۔ اس نے اس جماعت میں آکر گناہ کیا۔ اپنی تحقیر کی۔ ذلت کی سزا پائی لیکن ——— لیکن کیا اس کی یہ پراسرار جماعت، بے مفہوم، بے نتیجہ، بے ہنگم شور ——— کیا اس شور نے اس کی روح کی شعاعوں کو ابدی تاریکیوں میں جھونک دیا تھا ———!

سورج کی روشنی آہستہ آہستہ مدھم ہوتی گئی۔ آنگن میں جھینگر بولنے لگے، قریب کی کچی سڑک پر کسی بیل گاڑی کے بھاری پہیوں کی چرخ چوں نے فضا میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا ——— دفعتہً ایلا آندھی کی طرح داخل ہوئی اور دوڑ کر اس کے سینے سے لپٹ گئی۔ اس کا چہرہ بھرا بھرایا ہوا تھا۔ وہ بے حد گھبرائی ہوئی معلوم ہوتی تھی ——— ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خودکشی کر لینے کے جذبات نے اس کی روح کی ساری قوتوں کو اپنے فولادی پنجوں میں کس لیا ہے۔ وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی:—

"آہ! ——— ایتین ——— نہیں رہا گیا مجھ سے"

ایتین نے پیار سے اسے اپنے سینے سے علیحدہ کر کے اپنے سامنے

کھڑا کیا اور اپنی مقناطیسی آنکھیں اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پہ گاڑ کر کہا۔

"ایلا ——— کسی کو قتل کر کے آئی ہو کیا؟"

"میں نہیں جانتی کیا ہوا ہے ——— کیا ہوا ہے ——— اف!"

"لیکن تمہیں ادھر کا راستہ بتایا کس نے؟"

"کسی نے بھی بتایا ہو ——— تم نے نہیں بتایا تھا نا!" ایلا نے شکوہ کیا۔

"لیکن جس کسی نے بھی تمہیں یہ راہ دکھائی ہے وہ تمہارا خیر خواہ نہیں ایلا ——— دشمن ہے"

"میں جانتی ہوں ——— لیکن تمہیں دیکھے بغیر معلوم ہے کیا حالت ہوتی تھی میری ——— مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں تاریکی میں بھٹکتی رہی ہوں ——— مدتیں ہو گئیں ——— تمہیں نہیں دیکھا میں نے ——— کتنی دیر ہو گئی انتو؟"

"جتنی بھی تمہاری تعریف کی جائے کم ہے"

"اس تعریف کے حق دار تم ہو ——— میں نہیں۔ تمہیں میرے گھر آنے جانے سے روک دیا گیا اور تم نے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لیں۔ کیسے ہو سکا تم سے یہ جبر"

"میری فطرت نے میری مدد کی ایلا ——— خواہش کے زبردست طوفان نے زہریلے اژدہے کی طرح مجھے ٹپکا ٹپکا کر گھما گھما کر مارا ہے۔ ——— لیکن اس کے باوجود میری باغی فطرت اس کے سامنے

نہیں جھکی ——— وہ لوگ مجھے جذباتی سمجھتے تھے۔ ان کا
خیال تھا کہ میں محض موم کی ناک ہوں تکلیف کی ذراسی آنچ آئی اور میں
گھوم کر یہاں سے وہاں پہنچا ——— انہیں یہ معلوم ہی نہیں
کہ میرے جذبات ہی میری فولادی قوت ہیں ——— ہمہ گیر ———
کبھی نہ جھکنے والی قوت۔"

"ماسٹر صاحب جانتے ہیں یہ سب کچھ؟"

"ایلی ——— جب سے برطانیہ کا جھنڈا لہراتا ہے اس ملک پر
اس وقت اس جگہ کو اچھوتوں کی جگہ سمجھا گیا ہے ——— اس دن
سے بنگال کے کسی بھی شریف گھرانے کی لڑکی نے اس طرف قدم اٹھانے
کی ہمت نہیں کی۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ بنگال کے کسی بھی شریف گھرانے کی لڑکی
کو تقدیر کی ایسی زبردست چپت آج تک نہیں پڑی۔"

"لیکن ایلی کچھ بھی ہو ——— تم نے جو کیا یقیناً جرأت ناک
ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔ میں کمزور بھی ہوں یہ مجھے قبول ہے لیکن میں
اصول اور قاعدے کی قربانی کردوں گی۔ صرف اپنی ذات کے لئے نہیں
——— تمہارے لئے بھی۔ میں ہر روز وقت پر سوچا یا کرتی تھی کہ تمہارا
دل مجھے پکار رہا ہے۔ میرا دل جواب میں پکارتا نہیں تھا ———
لرز اٹھتا تھا ——— بنیادیں ہل جاتی تھیں جذبات کی اس ننھی سی دنیا کی لیکن۔
سچ بتا ——— میرے آنے سے تمہیں خوشی ہوئی ہے۔"

"اتنی خوشی کہ اگر اس کے ثبوت میں زندگی طلب کی جائے۔ تب بھی

گریز نہ کروں گا"

"نہیں نہیں انتو ——— تمہاری زندگی پر آنچ نہ آنے دوں گی۔
خود سہ گزروں گی سب کچھ ——— میں جاتی ہوں انتو"

"اب یہ نہیں ہوگا ایلی ——— تم نے اصول کے بیچ در بیچ جال کو
توڑا ہے یہاں پہنچنے کے لئے۔ اب میں تمہیں اپنے پاس رکھنے کے لئے اصول
و قواعد توڑ دوں گا۔ ایلی یاد ہے تمہیں ——— ایک دفعہ میں نے تمہیں
دیکھا تھا ——— حیرت اور محبت سے میری زندگی میں جان آگئی تھی۔
——— پھر وہ جان کسی نے مجھ سے چھین لی۔ اب اُس چھیننے والے
ہاتھ کو اپنے قریب نہ آنے دوں گا میں ——— آؤ اسکی ——— ہم
تجدید کریں اُس پُرکیف دن کی ——— آؤ ——— میرے قریب
آؤ ——— اس کھنڈر میں ہم تجدید عشق کریں گے"

"ٹھیرو ——— اس اہم کام کے لئے ذرا گھر کی دیکھ بھال کر لوں"

"بھولی ایلی ——— کبھی سر پہ کنگھی کرنا چاہتی ہے"

ایلا نے اچٹتی ہوئی نظر سے کمرے کے چاروں طرف دیکھا۔ زمین پر
کمبل۔ اور کمبل پر چٹائی اور تکیے کی جگہ نئی پرانی کتابوں سے بھری
بھرا ہوا لکینوس کا ایک میلا کچیلا تھیلا۔ کونے میں ایک گاگر تھی۔ جس پر مٹی کا
پیالہ اوندھا پڑا تھا۔ دوسری طرف ایک ٹوٹی ہوئی ٹوکری تھی جس میں
کچھ کیلے پڑے تھے اور کیلوں کے ساتھ ہی کوئی ہوئی بندی کی ایک
تام چینی کی پیالی سی تھی جو کبھی کبھار چاء وغیرہ پینے کے کام آتی تھی ———
اس کے علاوہ کمرے کے دوسرے طرف لکڑی کا ایک بہت بڑا بکس تھا
جس پر گنیش جی کی مورتی رکھی تھی۔ جس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ انتو کی

اس تنہائی کا ایک رفیق اور بھی تھا۔ ستونوں سے ایک رسی الگنی بنی بندھی تھی جس پر میلے، واخی مختلف رنگوں کے انگوچھے الٹے سیدھے لٹکے ہوئے تھے۔ گھر بھر میں گیلی گیلی جو تھی ———— ناک پھٹتی تھی اور دم گھٹتا تھا اس بدبو سے!"

ایسے نہیں تو کم از کم اس قسم کے ہزاروں مناظر ایلا نے دیکھے تھے اس لئے اسے زیادہ دکھ نہیں ہوا۔ بلکہ اس نے دل ہی دل میں قربانی اور ایثار کے اس دیوتا کے چرنوں میں دھنیباد کے پھول نذر کئے۔ ایک دن اس نے گنگا کے کنارے سے دیکھا تھا۔ ایک اندھا سا بدھا ناتجربہ کار ہاتھوں سے بنا ہوا کچا چولہا جس کے اردگرد جلے ہوئے چاول بے ترتیبی سے بکھرے پڑے تھے۔ اس دن اسے ایسا محسوس ہوا تھا کہ یہی چاول ایک دن انقلاب و بغاوت کے آتشیں طوفان بن کر ملک وقوم کی تمام زنجیروں کو گلا کر رکھ دیں گے۔ لیکن ان جذبات کے باوجود امیر گھرانوں کے ریشم پوش نوجوانوں کی نازیبل اور تضحیک میں اسے لطف آیا کرتا تھا۔ لیکن انین کی یہ حالت اس سے نہ دیکھی گئی

اس نے گھبرا کر انین کی طرف دیکھا لیکن جس طرح کیچڑ میں گھرا ہوا کنول اپنی مسکراہٹوں سے کریہ المنظر کیچڑ کو بھی حسن آباد بنا دیتا ہے۔ اسی طرح یہ غلیظ، متعفن اور کریہ ماحول انین کی نور پاش مسکراہٹوں سے جگمگا رہا تھا۔ اس نے کہا، میری جائداد کو دیکھ کر ہنس رہی ہو ———— لیکن میری اصل جائداد تو تم نے دیکھی ہی نہیں ———— یہاں سے کچھ ہی فاصلے پر جیوٹ مل کے مزدوروں کی ایک بستی ہے۔ یہی جماعت میری اصل جائداد ہے۔ وہ لوگ مجھے ماسٹر بابو کہتے ہیں۔ کبھی کبھا چٹھی

پڑھوانے آتے ہیں۔ کبھی لکھوانے۔ کبھی یہ تسلی کرنے کہ لین دین کی رسید ٹھیک ہوئی ہے یا نہیں۔ ان میں سے کئی ایسے بھی ہیں جو اپنے بچوں کو مزدور جماعت سے ذرا بلند کر کے حضور جماعت میں لانا چاہتے ہیں۔ اس لئے انہیں تعلیم دینے کا فرض مجھے تفویض کرتے ہیں۔ اور تحفے کے طور پر کبھی پھل لاتے ہیں۔ کبھی گھر کی گائے کا دودھ۔"

"لیکن انتو ——— وہ صندوق کس کا ہے؟"

"علبی یہ پڑا ہے نا اس لئے بُرا دکھائی دیتا ہے۔ مغربی کی جھاڑو جو لگی تو اپنا مرکز چھوڑ کر یہاں آ گیا ——— ایک مارواڑی اس کا مالک ہے۔ وہ بیچارا تیسری بار دیوالیہ ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے دیوالیہ ہو جانا ہی اس کا سب سے بڑا پیشہ ہے۔ اس کے دو بھتیجے ہیں اور یہ ٹوٹا پھوٹا کھنڈر ان کا مدرسہ ہے جہاں آ کر وہ غریبوں کا خون چوسنے کے حق میں کامل دستگاہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ دونوں لڑکے صبح سویرے ستو کھا کر اس جگہ آتے ہیں۔ مزدور لوگ سستے اور کچے رنگوں میں ان لڑکوں کے لئے کپڑے رنگتے ہیں اور اصل زر کا سود اور تھوڑا بہت اصل زر بھی چکا دیتے ہیں۔ یہ ناندیں ہیں نا ——— یہ میرے کام کی نہیں۔ ان میں رنگ گھولا جاتا ہے۔ کپڑے رنگ جاتے ہیں تو انہیں اس صندوق میں بند کر دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس صندوق میں بلور کی چوڑیاں، کنگھے، چھوٹے ردی قسم کے آئینے، بازوبند وغیرہ ہیں۔ ان سب چیزوں کی حفاظت میرے اور بھوتوں کے ذمے ہوتی ہے۔ یہ لوگ تین بجے دوپہر کے قریب سودا بیچنے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر منہ نہیں دکھاتے۔ کلکتے کا مارواڑی ہے۔ بڑی کٹر قسم کا۔ میں نہیں جانتا کس چیز کی دلالی کرتا ہے بہرحال مجھے انگریزی دان سمجھتا ہے اس لئے

مجھے بھی اپنے کاروبار میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ پہلے تین بار دیوالیہ پٹ چکا ہے۔ بیچارے کا اس لئے میں نے اس کی حالت پر رحم کیا اور شرکت سے انکار کر دیا۔ اس نے میری مالی حالت کے متعلق بھی چھان بین کی تھی۔ میں نے اُسے سمجھا دیا ہے کہ میرے بزرگوں کی جائیداد اُس کے بزرگوں کے پاس پہلے ہی پہنچ چکی ہے۔

"کتنے دن تک رہو گے یہاں؟"

اندازاً چوبیس گھنٹے ـــــــ لیکن میرے جانے کے بعد بھی اِس آنگن میں رنگوں کی یہ دنیا بدستور قائم رہے گی۔ میں اکثر دعا کرتا ہوں۔ کہ مارواڑی غریب کو میری چھوت تو لگ گئی ہے۔ تین دفعہ دیوالہ بنا ہے۔ ـــــــ اب کہیں اُسے ہتھکڑی میں بھی میرا حصہ دار نہ بننا پڑے۔

"اس کے بعد جاؤ گے کہاں؟"

"راز ہے ـــــــ بتانے کا حکم نہیں۔"

"تمہارا خیال ہے تم میرے تصور پر قابض ہو۔ میں تصور بھی نہ کر سکوں گی۔"

"تصور کی تو صلی کہی ـــــــ جیل مالسر ورسی کون بڑی جگہ ہے۔"

اس اثناء میں ایلا نے تھیلے کی تلاشی شروع کر دی۔ دو چار بنگالی اور کچھ انگریزی شعروں کی کتابیں تھیں۔

"میں اٹھائے پھر تا رہا ـــــــ تاکہ کہیں اپنا آپ بھی نہ بھول جاؤں ـــــــ میری زندگی کا آغاز انہیں نغموں سے ہوا تھا۔ ورق الٹتا ہوں تو پنسل کے نشان نظر آتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دنیا کے رستے جانے پہچانے ہیں اور میں زندہ ہوں ـــــــ

"ایلا نے دفعتہ ایتن کے پاؤں پکڑ لئے اور بولی "مجھے معاف کر دو —
انتو — معاف کر دو"

"لیکن تمہیں معاف کرنے کی ہمیں کیا بات ہے ایلی — اگر
ایشور واقعی ہے — اور وہ سچ مچ رحیم و کریم ہے تو وہ مجھے
معاف کر دے گا!"

"میں نے — انجان پنے میں تمہیں اس راستے پر ڈال
دیا"

"یہ کیا کہہ رہی ہو — میری دیوانگی کے جوش نے مجھے اس
حالت پر پہنچایا ایلو — لیکن مجھے اتنا تو نہ گناؤ تم —
تم چاہتی ہو کہ میں بچوں کے ہجوم میں پڑا ہنستا رہوں اور تم اپنی بلندی کا
رعب جمائے رہو مجھ پر — یہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکے گا
ایلا — اگر تم نہیں چاہتی ہو تو اپنے فرائض کو چھوڑ دو —
میری طرف آؤ — آدھا آنچل بچھاؤ اور کہو — "آؤ پرتیم
— میرے آنچل پر"

"سچ ہے ایسا ہی کہتی — لیکن انتو — آج یہ تم کر
کیا رہے ہو"

"تو اور کیسی باتیں کروں ایلو — میں نے تو کہا کہ تم نے
اپنی ابہو کی طاقت سے مجھے اس راستے پر لا ڈالا ہے نا"

"سچی بات کہتی ہوں — اس پر غصہ کرنے کی کیا بات ہے"

"سچی بات — یہ کیوں نہیں کہتی کہ میرے قلب و دماغ
کے بیہودہ جوش نے مجھے اس گھاٹی پر دھکیل دیا تم تو محض ایک ذریعہ ہو۔

——— اگر تمہاری جگہ کوئی عورت یہ ذریعہ بن جاتی۔ تو فیشن کی کلبوں میں جا کھیلتا نظر آتا۔ اس وقت گھوڑ دوڑ میں گورنر کی کرسی تک پہنچنے کے لئے دیوانہ وار جدوجہد کرتا۔ ایلا کہو کہ یہ حماقت تھی، بے وقوفی تھی میرا اس جگہ آنا ——— اور میں چلا کر کہوں گا کہ یہ بے وقوفی میری تھی میری اپنی "

انتو ——— اپنے آپ کو اتنا سنگین رھو کا نہ دو۔ تمہاری جائداد کی تباہی میرے ہاتھوں ہوئی ——— میں نے تمہاری جڑیں کھوکھلی کر دیں "

"اب تم نہیں ——— تمہارے دل کی عورت بول رہی ہے۔ اس عورت کی جھلک کبھی کبھی نظر آتی ہے تم میں ایلو ——— سیاست کی اسٹیج پر تم جوانی اور نشہ بن کر آئی ہو۔ گھروں میں تم محبت اور پیار کی دیوی ہو۔ اور جہاں ظلم ہاتھوں میں لاٹھیاں لئے مظلوم کے کچلنا چاہتا ہے اس وقت تم ماں بن کر بکھرے ہوئے بالوں اور انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی آنکھوں سے آجاتی ہو ——— عورت ——— یہ تمہاری اصلی عورت ہے "

تم اتنے بالوں بھی ہو انتو ——— تم تو عورتوں سے بڑھ گئے ہو باتیں کرنے میں "

"اوہو ——— تو تمہارا خیال ہے عورتیں بھی باتیں کرتی ہیں ——— ایلا وہ باتیں نہیں کرتیں اپنی جہالت کو چھپانے کے لئے الفاظ کا ایک مہین سا پردہ بن لیتی ہیں۔ ایک دن وہ بھی تھا جب اسی جہالت کے خلاف تمہارے دل میں طوفان بادل گرجنے لگتے تھے۔ اور تم اس جہالت کو ختم کر دینے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں "

"ان باتوں کو چھوڑو انتو ——— اتنا بتاؤ کہ اگر میں نے غلطی کی تو تم نے کیوں میری پیروی کی ۔ تم نے کیوں اپنی رزق روٹی کو لات مار دی ؟"

"وہ تو میرا مذاق تھا ——— ایک رخ تھا میری طبیعت کا ۔ وہ تمہیں حاصل کرنے کی ایک آخری اور سخت شکن کوشش تھی ۔ اگر میں اس پر لات مار کر اپنے آپ کو تباہی اور بربادیوں کے بھنور میں نہ دھکیل دیتا تو شاید تم منہ پھیر کر مجھ سے روٹھ جاتیں ۔ تم کس طرح سمجھتیں کہ میرے دل میں تمہاری کتنی خواہش ہے کتنی لگن ہے ——— نہیں نہیں ——— ایلو اس بات کو نہ ٹالو ——— یہ کہہ کر میرے دل میں بھالے نہ بھونکو کہ میں نے وطن کی محبت کے لئے سب کچھ کیا ۔"

"تو یہ وطن کے لئے بالکل نہ تھا انتو"

وطن کے لئے محبت ایک سیڑھی تھی تمہارے لئے جنون کی ——— بس یہی رشتہ ہے ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قوتِ بازو کے بل بوتے پر عورت کو جیتا جاتا ہے ۔ مجھے اسی جوئے شیر کے لئے جان کی بازی لگانے کا موقع ملا تھا ——— میں نے یہ ذرا سی قربانی کر دی تمہیں تکلیف ہوئی ہے اس سے ۔"

"عورت کی ضمیر میں دنیاداری ہے انتو ——— عورت خانہ داری کی خامیوں کو برداشت نہیں کر سکتی ۔ اس لئے تمہیں میری ایک بات ماننا ہی ہوگی ۔ میرا ایک آبائی مکان بھی ہے اور کچھ روپیہ بھی ۔ اسے قبول کرو انتو ——— انکار مت کرو ——— میں جانتی ہوں تمہیں اس کی سخت ضرورت ہے ۔"

"ضرورت نہیں ہے ــــــ اگر آپ کہیں تو میں دسویں جماعت کے لڑکوں کے لئے درسی نوٹ بھی لکھ سکتا ہوں۔ مزدوری بھی کر سکتا ہوں سبھی دروازے کھلے ہیں میرے لئے۔"

"میں جانتی ہوں ــــــ مجھے یہ روپے اپنے پاس نہیں رکھنے چاہئیں تھے ــــــ قومی فنڈ میں دے دینا میرا فرض تھا۔ لیکن عورتیں کمانے کی صلاحیت نہیں رکھتیں ــــــ اس لئے ہم ڈرپوک ہیں اور جمع کرنے کے ساتھ ہمیں فطری لگاؤ ہے۔"

"نہیں ڈرپوک نہیں ــــــ یہ فطرت نے سکھایا ہے نہیں ــــــ جبلت ہے تمہاری۔ لیکن یاد رکھو مخالفت کرنے اور احتجاج کے نعرے لگانے سے عورت کا حسن گہنا جو جاتا ہے۔"

"ہمارے آشیانے بہت محدود ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم چھوٹی موٹی چیزیں چھپا چھپا کر جمع کرتی رہتی ہیں صرف اپنے لئے ہی نہیں۔ بعض اوقات اپنی محبت پر قربان کر دینے کے لئے بھی۔ جو کچھ میرے پاس ہے سب تمہارا ہے ــــــ اگر تم مان جاؤ۔ اور مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تم میں یہ احساس پیدا ہو گیا ہے تو میں جی اٹھوں گی۔"

"مجھے بہکاؤ مت ایلو ــــــ مجھے مت بہکاؤ ــــــ قدرت نے عورت کو خدمت اور مرد کو کمائی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس کے برعکس مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اور جب عورت کو کمانا اور اپنے آپ کو خدمت کرتا پاتا ہے تو اس کی خصلت فساد پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ ہاں ــــــ میں مانگتا تھا تم سے ایک چیز ــــــ لیکن تم نے اس کے دینے سے انکار کر دیا۔ تم نے میری درخواست ٹھکرا دی

———— وہ دن مجھے بھولے گا نہیں جب تم نارا ینی اسکول کا کھانا لئے بیٹھی تھیں ۔ اور میں ایک مجروح دل لے کر تمہارے پاس آیا تھا کہ تم اس پر مرہم رکھو ———— لیکن مرہم رکھنا تو بجائے خود تم نے ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا ۔ جی چاہتا تھا کہ تمہاری نازک انگلیاں میرے جسم پر شفقت کی بارش کرنے لگیں ۔ لیکن تم کو رحم نہیں آیا ———— اس وقت میں نے سوچا تھا کہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے شاید اس سے بھی بڑھ کر قربانی دینا ہوگی ۔ مجروح دل پر تم مرہم نہ رکھ سکی ۔ شاید مجروح جسم کو گود میں اٹھاؤ ———— "

"تمہیں جیت جانا آسان نہیں انتو" ———— ایلا نے آنسوؤں میں تیرتی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا ۔ "چھین لیتے تم جو میں تمہیں نہیں دے سکی ———— اس کھانے کو جھپٹ کر آگ میں کیوں نہ جھونک دیا تم نے ؟ تم کیوں نہیں سمجھتے ۔ انتو تمہارا یہی حجاب میری سب سے بڑی رکاوٹ ہے ———— تمہاری فطرت کا یہ پہلو عورت سے ملتا ہے ۔ تم اس پہلو سے مرد نہیں ہو ———— تم مانگتے ہو ۔ ———— مردانہ جرات سے چھین نہیں سکتے "

یہ میرا نہیں میری تربیت کا قصور ہے ایلو ———— بچپن ہی سے مجھے سبق دیا گیا تھا کہ عورت ایک تقدس ہے ۔ ایک مجسم عزت و عصمت کا نام ہے ۔ اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے ۔ اس کے علاوہ ہم مانگتے ہیں تو وقار کے ساتھ ۔ کبھی دانت چبا چبا کر ہم نے نہیں مانگا ———— یہ ہماری خصلت کے خلاف ہے ۔

ایلا ۔ اینی سے اور قریب ہو گئی اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ دیا اس کی

نازک نازک انگلیاں اس کے رخساروں پر رینگنے لگیں۔ اتین نے کہا۔
"ایلا —— وہ جہاز کا سماں تمہیں یاد ہے —— بھول تو نہیں گئیں:"

"بالکل ہی نہیں"

"ایک دفعہ اور سن لو —— میرا نوکر میرے بھاری سامان کو پڑھکا لڑھکا کر نیچے لئے جا رہا تھا۔ اور میرے پاس صرف چمڑے کا ایک بکس رہ گیا تھا۔ میں قلی کے لئے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ کہ ناگہاں طور پر تم آگئیں۔ اور بولیں —— کیا چاہیئے آپ کو —— قلی —— میں لئے چلتی ہوں۔ یہ کہا اور تم نے جھک کر بکس اٹھا لیا —— میں اسے ارے کیا کرتی ہیں آپ ہی کہتا رہ گیا۔ مجھے ہچکچاتے دیکھ کر تم مسکرائیں اور بولیں اگر آپ کو شرم آتی ہے۔ تو وہ میرا بکس پڑا ہے اُسے آپ اٹھا لیجئے۔ فرض اتر جائے گا —— اور مجھے اٹھانا پڑا وہ بکس۔ تمہارا صندوق میرے بکس سے کئی گنا بوجھل تھا۔ لیکن مردانہ وقار نبھانا تھا۔ اس لئے میں دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں کی طرف صندوق کو بدلتا ہوا، لرزتا کپکپاتا تیسرے درجے کی طرف بڑھا۔ میرا سلک کا کرتا پسینے سے شرابور ہو گیا تھا۔ میری سانس زور زور سے چلنے لگی تھی —— تمہارے متین چہرے پر ایک خاموش طنز ایک بے زبان تضحیک کھیل رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ رحم بھی ہو لیکن تم نے بڑی چابکدستی سے اسے چھپا لیا تھا۔ اس دن مجھے انسان بنانے کی ذمہ داری تم نے لے لی تھی:"

"ایسی باتیں مت کہو —— مجھے شرم آتی ہے اتنو ——
اس وقت میں کتنی بیوقوف تھی، کتنی احمق۔ اور تم بھی عجیب تھے۔ میری

ہر بات کو برداشت کئے جاتے تھے ۔۔۔۔۔۔ شاید پرماتما نے عورتوں
کو عقل دینا مناسب نہیں سمجھا ضرورت ہی نہ ہوگی ۔

"ہو یا نہ ہو ۔۔۔۔۔۔ اس سے کوئی ایسا لمبا فرق نہیں پڑتا ۔
میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ پہلا اور شاید آخری دن تھا جب تم سراپا محبت
سراپا انسانیت معلوم ہوئی تھیں مجھے ۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا ۔
اور شفق شام سے ہولی کھیلنے میں مصروف تھی ۔ دور افق پر بادلوں کے کچھ
ٹکڑے بنتے بگڑتے دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ بنا رہے تھے ۔ گنگا کی لہریں
رنگین ہو گئی تھیں ۔ اس رنگین فضا میں ۔۔۔۔۔۔ اس وقت جب
دنیا کا ہر ذرہ گلابی اچھال رہا تھا ۔ میں نے ایک سانچے میں ڈھلا ہوا چھریرا جسم
دیکھا ۔ اس جسم کی ساری لچک اب بھی میرے قلب و دماغ پر منقش ہے ۔
میں کوشش کے باوجود اسے نہیں بھول سکتا ۔ اس غیر فانی نقش نے مجھے
دیوانہ کر دیا اور میں دیوانہ وار تمہاری طرف لپکا ۔۔۔۔۔ ہاں اپنی طرف سے
تمہیں حاصل کرنے کی کوشش کی میں نے ۔ لیکن اب ۔۔۔۔۔ اب
دیکھتا ہوں کہ اسی کوشش نے مجھے تم سے کتنی دور لا پھینکا ہے ۔ ایسا ۔
۔۔۔۔۔ تم اس کا سارا حال جانتی ہو کیا؟"

"لیکن سننا چاہتی ہوں ۔۔۔۔۔ مجھے جانے دو نا ۔"

"جان کر ہی کیا کیا ملا ۔۔۔۔۔۔ وہ منظر تو غائب ہو گیا ہے اور
اندھیرا دم بدم بڑھتا آ رہا ہے میرے اور قریب سمٹ آؤ ۔ ایسا ۔۔۔۔۔
آج تمہاری آنکھوں نے مجھے اذن عام دے دیا ہے ۔ میری محدود دنیا کی
مقفل مسرتیں جی کھول کر رقص کرنا چاہتی ہیں ۔ میرا ماضی تصویر میں جڑانے
کے قابل تھا ۔۔۔۔۔ یہ رنگین خیال بھی اس سے کم قیمتی نہیں ۔ تمہاری

یہ حسین لہراتی ہوئی زلفیں جنہیں تم پھرتی سے ہاتھ کی ایک جنبش سے ہٹا دیتی ہو۔ تمہارے نقرئی چہرے کے قریب لہراتا ہوا ستری چادر کا یہ پلو ——— پیشانی پر لگی ہوئی پن ——— تمہاری آنکھوں میں تکان اور اضمحلال کی آمیزش کردہ میں ——— ایلا ——— میرے دل میں کچھ ایسی باتیں اٹھ رہی ہیں جن کو میں سمجھا نہیں سکتا۔"

"کیا کہہ رہے ہو انتو؟"

"محسوس شاید ——— تمہیں یاد ہے ایلو ——— تمہیں نے مجھے مزدوروں کی بستی میں گھر لینے کا حکم دیا تھا۔ تم تو میرے دل سے میرے خاندانی غرور کو مٹا دینا چاہتی تھی۔ میں جانتا تھا۔ لیکن مجھے اسی کام میں لطف آنے لگا۔ میں نے گار ڈیبانی کے محلے میں مکان لیا اور ان غریبوں کے ساتھ بھائی اور چچا کا رشتہ جوڑا لیکن مجھے بھی جلد ہی احساس ہو گیا۔ اور انہیں بھی معلوم ہو گیا کہ رشتے داریوں کے یہ دھاگے امتحان کی گرمی برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس دنیا میں بہتوں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جن کا سرگم کسی بھی ساز کی آواز سے نہیں ملتا۔ خواہ کوئی ساز بجے ان کی آواز ایک سی ہی رہے گی۔ تم نے دیکھا نہیں اس عیسائی کو۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں سب بھائی بھائی ہیں۔ لیکن بھائی کہہ کر گلے سے لپٹ جانا آسان ہے بھائی بن کر بھائی کے فرائض پورا کرنا مشکل۔ اگر یہی مشکل حل نہیں ہوتی۔ تو عیسے کا نام کیوں بدنام کرتے ہیں لوگ؟"

"نہیں کیا ہو گیا ہے انتو۔ آخر کس جذبے کے ماتحت تم یہ سب کچھ کہہ رہے ہو۔ کیا یہ کہنا چاہتے ہو کہ نفرت کو کچل دینے سے بھی فرض فرض نہیں سمجھا جا سکتا۔"

"یہ خواہش نہیں نفرت کی —— وہاں ہے ایلی۔ نفرت کا جذبہ بھگوان کرشن نے ارجن فرض کی ادائیگی کیلئے کہا تھا۔"

آخر ارجن کی جگہ تم ہوتے انتو ——— تو بھگوان کا اپدیش لیا

ہوتا ہے"

"انہوں نے بہت دن پہلے یہ بات کہدی تھی مجھ سے۔ اور جو انہوں نے
میرے کان میں کہا تھا اس بات کو آواز سے کہنے کا فرض تمہارے ذمے تھا
تم نے بناوٹ کی سادہ سی بات یہ تھی کہ فرض سب کا ایک ہے خواہ وہ کہیں
بھی ہو۔ لیکن کرو دھا اور جے نے اس سادہ بات میں تصنعات کی بنا پر خوبیاں
پیدا کرنے کی کوشش کی ہیں۔ سچ کہتی ہوں ایلی تم بجائے محلے جس غرور کو نرمی کے
پردوں میں چھپا کر دکھاتی پھرتی ہو وہ تمہارے کسی کام کا نہیں تم دیوی بن
سکتی ہو ———— بہت عورتیں صرف دیویاں ہی ہوتی ہیں"
"تو دیکھو انتو ———— میں پھر کہتی ہوں جس راستے کو تم اپنا راستہ
نہیں سمجھتے اس سے اپنا دامن جھٹک کیوں نہیں لیتے۔
"تو پھر کہ دوں یہ راستہ اختیار کرنے سے پہلے میں ہزاروں باتیں نہیں جانتا
تھا کئی ایسی باتیں تھیں جن پر میں نے غور بھی نہیں کیا تھا۔ لیکن ایک ایک
کرکے میری نظروں کے سامنے ہزاروں مناظر پھر گئے ہیں میں نے وہ نوجوان بھی
دیکھے ہیں جو اگر عمر میں مجھ سے چھوٹے نہ ہوتے تو میں ان کے پاؤں کی خاک ماتھے
پر لگاتا۔ ان لڑکوں نے کتنی خاموشی سے ہزاروں قربانیاں کی ہیں میں نے خود دیکھا
ان میں کتنی زبردست قوت برداشت تھی۔ ان کی کتنی تحقیر ہوئی کتنی ذلت
ذلت اٹھانا پڑی ان لڑکوں کو ان کی تذلیل ان کی پستی نے مجھے یہ سبق دیا کہ
میں شکست کے سامنے سر نہ جھکاؤں گا ———— میں لکلینوں کے
سامنے ہاتھ نہیں رگڑوں گا میں نے ارادہ کر لیا تھا سنگین دیوار کو آہنی ٹکڑوں
سے پاش پاش کر دوں گا جو میرے چاروں طرف کھڑی ہے"
"لیکن تمہاری رائے بدل کیوں گئی"

"میری بات سنو۔ جب مخالف قوت کے ساتھ ٹکرانا ہوتا ہے وہ تنہا بھی ٹکرا جاتا ہے۔ اس ٹکر سے اس کی عظمت و بزرگی کی حفاظت ہوتی ہے۔ میں نے اسی بلندی کو اپنا منتہائے مقصود قرار دیا تھا لیکن جلد ہی معلوم ہو گیا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہزاروں بلند خیال لڑکے آہستہ آہستہ اپنی انسانیت تک سے بیگانہ ہو بیٹھے۔ اس سے بڑھ کر کسی قوم یا ملک کا نقصان نہیں ہو سکتا۔ میں کہتا تھا۔ ظلم کا مقابلہ اس طرح سے نہیں کیا جا سکتا کہ ہم بھی ظالم بن جائیں۔ یہ ہماری شکست ہوتی۔ میں کہتا تھا۔ ظلم کے سامنے سر جھکا دینے میں ہماری بے عزتی ہے۔ ظلم سہتے سہتے مر جاؤ لیکن اپنے پاک آدرشوں کو ہاتھ سے نہ جانے دو ——— یہ ہماری بڑی فتح ہو گی۔ لیکن میرا مذاق اڑایا گیا ——— مجھے طعنے دیئے گئے۔"

"پھر تم نے ان لوگوں کو چھوڑ کیوں نہ دیا؟"

"چھوڑ دینا آسان نہ تھا ——— میں جانتا ہوں کہ سزا یافتہ لوگوں کی ذہنیت کیا ہوتی ہے۔ اس لیے غصہ اور نفرت کے ہوتے ہوئے بھی مصیبت کی گہرائیوں میں پڑے ہوئے ان لوگوں کو چھوڑ جانے کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ لیکن اس کشمکش نے بھی مجھے ایک سبق دیا ہے۔ اور وہ یہ کہ جو جسمانی لحاظ سے ہم سے بہت زیادہ قوی اور مضبوط ہوں ان سے الجھ بیٹھنا اپنی تباہی کو بلانا ہے۔ مرض تو ہر جسم پہ اپنا تخریبی اثر کرتا ہی ہے لیکن کمزور جسم پہ مرض کا حملہ اکثر جان لیوا ہو جایا کرتا ہے۔ وہ لوگ جو جسمانی لحاظ سے طاقتور ہیں انسانیت کی تذلیل کرنے پر بھی فاتح کی حیثیت سے فتح کے پھریرے اڑا سکتے ہیں لیکن جن لوگوں کے پاس

ایک انسانیت ہی ہے جو کچھ ہے ۔ اگر ہم نے اس کی ذلت بھی کر دی ہے تو ہم سر سے پاؤں تک کوڑھی ہو جائیں گے ۔ اور ہمارے لئے قعرِ مذلت کے سوا اور کوئی جگہ نہ ہوگی ۔

" یہ خطرناک حقیقت دھیرے دھیرے مجھ پر بھی آشکار ہوتی جاتی ہے میں نے اس چیخ کو عظمت کی پکار سمجھا تھا جو انتقام لے اندھے جوش میں بلند کی گئی تھی لیکن اب مجھے اپنے کئے پر شرم آرہی ہے ——— میں واپس آنا چاہتی ہوں ۔ مجھے بتاؤ انتو ——— ہمیں کیا کرنا چاہیئے "

بلند ہمت لوگ دنیا کو میدانِ جہاد سمجھتے رہے ہیں ۔ اس میدان میں جن کی موت آتی ہے وہ امر ہو جاتے ہیں ۔ لیکن چند آدمی ایسے بھی ہیں جن پر اس جہاد کے دروازے بند کر دیئے گئے ۔ انہیں کچھ فرض میاق کرنا ہے جسے بے باق کئے بغیر وہ اس میدان کو چھوڑ نہیں سکتے "

" میں یہ بھی سمجھتی ہوں ——— لیکن مجھے تکلیف ہوتی ہے انتو ۔ ——— جب میں تمہیں خدمتِ وطن ۔ کے جذبات پر ہنستے دیکھتی ہوں " اس کے کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ——— اس کا وقت گزر چکا ۔

" پھر بھی ——— کچھ تو کہو "

" تو پھر سن لو ——— تم لوگ جسے وطن کی خدمت اور دیش بھگتی کہتے ہو وہ درحقیقت دیش بھگتی نہیں ۔ تم مجھ کی پیٹھ پر سوار ہو کر ندی پار کرنے کی کوشش کرنے والا دیوانہ اپنے بچے رکھی ہوئی موت کو زندگی بچانے والی ناؤ سمجھتا ہے تو سمجھا کرے وہ پار نہیں اتر سکتا ۔ غلط طرزِ عمل آپ

کی پھوٹ، اقتدار پانے کے جوڑ توڑ، ایک دوسرے کی غیبت کرنے کے رجحانات - یہ سب باتیں انہیں کسی بلندی کی طرف نہیں خوفناک دلدل کی نہرہ گہرائی تک لے جائیں گی - میں صاف دیکھ رہا ہوں - تم لوگ جس طرف دیش کو لئے جا رہے ہو ———— وہ گڑھا ہے جس میں جھوٹ اور فریب کی زہریلی ہوائیں چل رہی ہیں - آدمی اس دنیا میں رہ کر بھی اپنے اس عزم صادق کی حفاظت نہیں کر سکتا - جس کے ذریعہ سے دنیا میں بڑے بڑے کام کئے جا سکتے ہیں "

" لیکن انتو ———— یہ تو بتاؤ ———— جس چیز کو تمہارا فلسفہ خودکشی کا نام دیتا ہے وہ کیا صرف ہمارے ہی ملک میں ہے "

" میں یہ نہیں کہتا - دنیا بھر کے ملکی رہنما گلا پھاڑ پھاڑ کر ایک خوفناک جھوٹ بول رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ملک کی روح کو مار کر ملک کی حفاظت ہو سکتی ہے - یہ اتنا بڑا فریب ہے کہ کوئی انسان بھی اسے سمجھ جانے کے بعد برداشت نہیں کر سکتا - یہی وجہ ہے میرے سینے میں مخالفتوں کی کی بھٹی چل رہی ہے - مسز گلیں لگا کر اور نظریں بچا کر ملک کو ناکارا کرانے کی جو چالیں چلی جا رہی ہیں وہ بھی خطرناک ہیں - میں اس کا علاج کر سکتا تھا - بتا سکتا تھا - لیکن اب نہیں ہو سکتا - میں اس زندگی میں یہ نہیں کر سکا - اسی لئے میرا درد ناقابل برداشت ہو گیا ہے "

" لوٹ آؤ انتو ———— لوٹ آؤ " اپلا نے ایک آہ بھر کر کہا -

" اب کوئی راستہ نہیں لوٹ آنے کا "

" ہے ———— کون کہتا ہے نہیں ہے "

"نہیں ہے ایسا ———— جس غلط راستے پر پاؤں جاچکے ہیں۔ اُسے آخر تک عبور کر جانا بھی تو میرا ہی فرض ہے۔" ایلا بے اختیار اُس کے گلے سے لپٹ گئی۔

"لوٹ آؤ انتو۔ لوٹ آؤ" وہ بولی "عمر بھر جس اعتقاد کو اپنا ملجی و ماویٰ سمجھ رہی تھی اُسے تم نے کھوکھلا ثابت کر دیا ———— میری کشتی توڑ دی تمہاری ضربوں نے۔ اب ایک ٹوٹا ہوا تختہ میرے ہاتھ میں وقت کے بے کراں، خوفناک طوفانی سمندر ———— مجھے اس سے بچا لو۔ انتو ———— اپنے ساتھ لے چلو مجھے ———— مجھے حکم دو ———— میں اپنا عہد توڑنے کو تیار ہوں۔ میں نے غلطی کی ———— مجھے معاف کر دو۔"

"اب کوئی چارہ نہیں۔"

"کیوں ———— ؟ کہو چارہ نہیں ہے؟"

تیر نشانے سے چوک سکتا ہے ایلو ———— لیکن ترکش میں واپس نہیں آسکتا۔"

"میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں انتو ———— گندھرو دھ سے مجھے اپنی بیوی بناؤ ———— اور اپنے ساتھ لے چلو۔"

"اگر کوئی راستہ ہوتا تمہیں ساتھ لے جاتا ———— لیکن اب جب کہ میرا ایمان کھو چکا۔ اب تمہیں اپنے ساتھ نہیں لینا چاہتا۔ ان باتوں کو چھوڑو ایلو ———— زندگی کی گرداب میں گھری ہوئی ناؤ ڈوبنا چاہتی ہے۔ لیکن ابھی تھوڑا سا وقت باقی ہے ———— مجھے پیار کی باتیں سناؤ۔"

میں ٹاسوچ رہا تھا۔ اس میں جیسے ہمتی بھر گئی ہو۔ ایلا جیک کر اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی "انتظار کر لے آئے۔"

"تم یہاں کیوں آئی تھیں؟"

"مصیبت سے بچنے کے لئے —— انہیں منانے کے لئے۔"

"لیکن تمہیں یہاں کا راستہ کس نے بتایا تھا؟" طنز میں بجھا ہوا نشتر مسز... کے منہ سے نکلا۔

"بٹو نے۔"

"پھر بھی تم نہیں سمجھی اس کا مطلب؟"

"مجھے سمجھنے کا شعور ہی نہ تھا۔"

"کاش تمہیں مار سکتا میں —— ابھی ختم ہو جاتیں تم —— جاؤ گھر لوٹ جاؤ —— ٹیکسی باہر کھڑی ہے۔"

جرعۂ چہارم

"ارے اکمل —— تو پھر بھاگ آیا بورڈنگ سے کتنی دفعہ کہہ چکی ہوں اس گھر میں مت آیا کرو۔"

اکمل نے یہ مضطربانہ سوال سنا ان سنا کر کے دھیمے لہجے میں کہا۔ "کوئی داڑھی والا آدمی دیوار پھاند کر باغیچے میں آگیا ہے۔ میں نے اندر کا دروازہ بند کر دیا ہے —— سنا —— پاؤں کی چاپ۔"

اور وہ اپنے چاقو کا بڑا پھل کھول کر جیسے مقابلہ کے لئے تیار ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"بڑے بہادر ہو نا" ایلا نے چاقو چھینتے ہوئے کہا۔ "لاؤ مجھے دو۔

"ڈرنے کی کوئی بات نہیں ——— اختر ہوں میں" نیچے زینے سے آواز سنائی دی۔

"دروازہ کھول دے" ایلا نے کہا۔ اس کا چہرہ فق ہو گیا تھا اور ہاتھ کانپنے لگے تھے۔

"لیکن داڑھی والا کہاں ہے" اکمل نے دروازہ کھولتے ہوئے امین سے پوچھا۔

"داڑھی باغیچے میں کہیں مل جائے گی ——— آدمی تمہارے سامنے ہے ——— جاؤ داڑھی ڈھونڈ لاؤ۔"

اکمل چلا گیا۔

ایلا بت کی طرح جامد و ساکت کھڑی امین کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر بولی "یہ کیا صورت بنائی ہے تم نے۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں"

"کچھ بھی ——— اب دلکشی باقی نہیں اس میں" امین نے کہا۔

"تو کیا سچ مچ"

"کیا سچ مچ"

"تم دق کے مریض ہو"

"ڈاکٹروں کی رائے ابھی فیصلہ نہیں کر سکی۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ"

"تم نے کچھ کھایا پیا تو نہیں"

ہیں نا سوچ تھا - اس میں جیسے بہتی لہر دوڑ گئی ہو - ایلا جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی "انتر کو لے آئے"

"تم یہاں کیوں آئی تھیں؟"

"مصیبت سے بچنے کے لئے —— انہیں منانے کے لئے"

"لیکن تمہیں یہاں کا راستہ کس نے بتایا تھا" طنز میں بجھا ہوا انتر ناتھ کے منہ سے نکلا۔

"بٹو نے"

"پھر بھی تم نہیں سمجھی اس کا مطلب؟"

"مجھے سمجھنے کا شعور ہی نہ تھا"

"کاش تمہیں مار سکتا میں —— ابھی ختم ہو جاتیں تم —— جاؤ گھر لوٹ جاؤ —— ٹیکسی باہر کھڑی ہے"

جرمِ چہارم

"مر رہے اکمل —— تو پھر بھاگ آیا بورڈنگ سے کتنی دفعہ کہہ چکی ہوں اس گھر میں مت آیا کرو"

اکمل نے یہ مضطربانہ سوال سنا ان سنا کر کے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کوئی داڑھی والا آدمی دیوار پھاند کر باغیچے میں آگیا ہے - میں نے اندر کا دروازہ بند کر دیا ہے —— سنا —— پائل کی چاپ"

اور وہ اپنے چاقو کا بڑا پھل کھول کر جیسے مقابلہ کے لئے تیار ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"بڑے بہادر ہو نا" ایلا نے چاقو چھینتے ہوئے کہا۔ "لاؤ مجھے دو۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ——— اتو مہمان ہیں" نیچے زینے سے آواز سنائی دی۔

"دروازہ کھول دے" ایلا نے کہا۔ اس کا چہرہ فق ہو گیا تھا اور ہاتھ کانپنے لگے تھے۔

"لیکن داڑھی والا کہاں ہے" اکمل نے دروازہ کھولتے ہوئے امین سے پوچھا۔

"داڑھی باغیچے میں کہیں مل جائے گی ——— آدمی تمہارے سامنے ہے ——— جاؤ داڑھی ڈھونڈ لاؤ۔"

اکمل چلا گیا۔

ایلا بت کی طرح جامد و ساکت لمحہ بھر امین کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر بولی "یہ کیا صورت بنائی ہے تم نے۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں"

"کیوں! ——— اب دلکشی باقی نہیں اس میں" امین نے کہا۔

"تو کیا سچ مچ"

"کیا سچ مچ"

"تم دق کے مریض ہو"

"ڈاکٹروں کی رائے ابھی فیصلہ نہیں کر سکی۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔"

"تم نے کچھ کھایا پیا تو نہیں"

"اس بات کو چھوڑو ——— وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل"
"لیکن تم آئے کیوں انتو ——— یہ لوگ تمہیں پکڑنے کے لئے ویسے بھی پہاڑ پہاڑ تلاش کر رہے ہیں"
"میں انہیں ——— مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا"
"تم ——— تمہیں معلوم تھا تم یقینی موت کے منہ میں جا رہے ہو" ایلا نے انتین کو ہاتھ پکڑ لیا۔ "پھر تم کیوں آئے انتو"
"جانے سے پہلے یہ بات بتا کر جاؤں گا ——— لیکن فی الحال جتنی دیر ممکن ہو سکے اسے بھول جانا چاہتا ہوں۔ نیچے کے سب دروازے بند کر کے ابھی آتا ہوں"
"چلو چھت پر" دروازے بند کر کے اوپر آ کر کہا "ڈرو نہیں ——— نیچے کے سب بلب روشن ہیں"
دونوں چھت پر پہنچے اور انتین نے زینے کا دروازہ بند کر لیا، بند دروازے سے پیٹھ لگا کر انتین بیٹھ گیا اور ایلا اس کے سامنے ہو بیٹھی۔
"دل کو قابو میں رکھو ایلا ——— سمجھنے کی کوشش کرو کہ کچھ ہوا ہی نہیں سمجھ لو کہ ہم دونوں لنکا کانڈ شروع ہونے سے پہلے سندر کانڈ میں رہتے ہیں لیکن تمہارے ہاتھ برف کی طرح سرد کیوں پڑ گئے ——— کانپ کیوں رہے ہیں۔ لاؤ انہیں گرم کر دوں"
انتین نے ایلا کے دونوں ہاتھ کرتے کے نیچے سینے پر رکھ لئے۔ دور سے شادی کی شہنائی کی آواز سنائی دی۔
"ایلی ——— ڈر رہی ہو؟"
"کس بات سے"

"ہر چیز سے ـــــ زندگی کے ہر لمحے سے!"

"صرف تمہارے لئے چپے ڈر ـــــ اور تو کسی بات کا نہیں۔"

"ایلی ـــــ کوشش تو کرو ـــــ ذرا تصور کرو کہ ہم آج سے پچاس یا سو سال پہلے کی کسی ایسی ہی تاریک رات میں ہیں۔ یہ حال۔ ـــــ یہ جو چاروں طرف سے ہمیں احاطہ کئے کھڑا ہے کس قدر بوسیدہ، افسردہ۔ اس کی ہر چیز بھیانک ہر لمحہ تکلیف دہ۔ یہ ہمیں نقاب پہن کر ڈراتا ہے۔ جیسے ہم وقت کی گود میں کھیلنے والے معصوم بے دماغ بچے ہیں ـــــ لیکن موت ـــــ موت اس نقاب کو نوچ کر پھینک دیتی ہے۔ موت کبھی غلطی نہیں کرتی جس پر ہم اپنے دل کی ساری دولت نچھاور کر دیتے ہیں اس پر حال کا ظالم قلم اس سے بڑھ کر قیمت لگاتا ہے۔ اور جس چیز کو ہم انتہا بھیانک تصور کرتے ہیں۔ وقت نے اس کا نام رکھا ہے دکھ، زندگی ایک جعلی دستاویز ہے ـــــ موت اس کے جعل کو ہنسی ہنسی میں ثابت کر دیتی ہے لیکن یہ نہ سمجھ لینا کہ موت کی یہ ہنسی خفا لمانہ یا طنزیہ ہوتی ہے۔ نہیں اس کے ہونٹوں پر شفیق مہاراج کی متین اور حسین مسکراہٹ کھیلتی ہے۔ ایلی! کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ موت میں ایک نجات پوشیدہ ہے محبت سے لبریز ـــــ اور متین"

"جس طرح تم دنیا کی ہر چیز پر غور کر سکتے ہو انتو ـــــ اس طرح میں نہیں کر سکتی۔ میرا دماغ اتنا نہیں ہے۔ پھر بھی جب کبھی تم لوگوں کی باتیں یاد آتی ہیں تو سوچنے لگتی ہوں کہ مرنا جینے سے بہت آسان ہے۔"

"ڈرپوک ست بنو ایلی ـــــ موت کو زندگی سے بچ کر بھاگنے کا راستہ نہ سمجھو۔ موت ہی راحد سچائی ہے۔ زندگی کا سمندر رھوت

سچ، دعا، فریب، بلندی اور پستی کی لہروں سے مل کر بنتا ہے۔ ہم آج کی رات انہیں لہروں پر ہچکولے کھا رہے ہیں ——— یاد ہیں ابسن کے وہ اشعار۔

بلندی کی طرف
بلند پہاڑوں کی طرف
ستاروں سے بھی ماورا
سکون لامتناہی کے راستے پر۔

ایلا انین کا ہاتھ گود میں رکھے خاموش اس کی طرف تکتی رہی ساتین یکایک ہنس پڑا اور بولا۔

"ان رستوں اور ان بلندیوں کے پیچھے بھی موت ہی کا سیاہ پردہ ٹنگا ہوا ہے اور زندگی ایک رقاص کی مانند ناچتی ہوئی آخری منظر کی طرف بڑھتی جا رہی ہے اس رقاص نے ایک دفعہ بڑا ہی دل نشین رقص کیا تھا ——— یاد ہے ——— تین سال ہوئے اسی کمرے کی چھت پر تم نے میرا جنم دن منایا تھا۔

"وہ دن بھی کبھی بھولے گا"

وہ نوجوان جو تمہارے قدموں پر عقیدت اور شوق کے نذرانے پیش کرتے تھے دعوت میں کوئی خاص دھوم دھام نہ تھی۔ بسکٹ ۔۔۔ وہ جو دودھ سے اکٹھی ہوئی تھی مرزا آملہ نمک اور مرچ بھری ہوئی ——— انڈے کے ٹب ——— یاد ہے ——— لیکن اس سادگی کے باوجود مہمانوں نے بڑے تکلف سے دعوت کھائی۔ خوب چھینا جھپٹی ہوئی ——— اور آخر موتی لے ہاتھ پاؤں ہلا ہلا کر تقریر شروع کی ——— وہ جب اس کا آغاز ہوتا ہے ———

اینٹی بابر کی نئی زندگی بنا جنم لیتی ہے۔ میں نے جھٹ اٹھ کر اس کا منہ بند کر دیا تھا اور کہا تھا کہ ——— یاد رکھو تمہاری ہوائی کا دن یہیں پر ختم ہو جائے گا۔ بٹو نے کہا تھا ——— الپیانہ کرو اینٹی بابر ——— اس کے ناتہذیب الفاظ سے مجھے شرم آ گئی۔ ان لوگوں نے میرے دل پر اپنی جماعت کے خیالات جمانے کی سرتوڑ کوشش کی ——— لیکن کامیاب نہ ہوئے "

" انو ——— میں بے وقوف تھی ——— میں نے سمجھا تھا کہ صرف وردی پہنا کر تمہیں اپنی پیدل فوج میں شامل کر لوں گی "

" شاید یہی وجہ تھی کہ خاص طور پر مجھے دکھا دکھا کر تم ان لوگوں کے ساتھ گھل مل کر باتیں کیا کرتی تھی بہانا باجنا یا کرتی تھی۔ سوچا ہو گا کہ مجھے سدھار نے کے لئے محبت، پیار اور راز و نیاز کے ساتھ ساتھ رقابت کی تلخی کی بھی ضرورت ہے۔ تم نے نگاہوں کی نظریں جذب کرنے کے لئے رنگ برنگ کے کھلونے اپنے طاقچوں میں سجا رکھے تھے۔ مجھے تمہارا وہ سوال بھی خوب یاد ہے۔ تم نے کہا تھا انند کمار ——— تمہارے چہرے پر سرخی کیوں ہے غیر معمولی" بے چارہ سیدھا سادہ انند کمار چار دل شانے چت آیا۔ اس سے پہلے اُسے یاد بھی نہیں تھا کہ وہ دسِ کس چپایا کا نام ہے۔ لیکن تمہارے سوال نے اُسے مجبور کر دیا ——— بھیگی ہوئی لیٹی ماتھے پر آ گئی ——— یہ بہن اور بھائی کا سوولیشی رشتہ ——— مقدس ہندوستان کی یہ پوتر اور مقدس بہنیں ——— مجھے صاف نظر آ رہا تھا ان بھائیوں کے دل میں چھپے ہوئے انگارے!"

" انو ——— بھگوان کے لئے۔ یہ نہ کہو۔"

"لیکن تمہیں یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ اُس زمانے میں تمہارے دماغ میں ہزار طرح کے فضول خیالات تھے۔"

"مجھے تسلیم ہے ——— میں نے کب انکار کیا ——— لیکن تم یہ تو مانتے ہو نا کہ تمہیں نے ان سب چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ میرے دل سے تم تو یہ کڑوی کسیلی باتیں مت کہو۔"

"یہ تو سن لو ——— میرے ذہن میں جو جلتے ہوئے نشتر لگائے ہیں تم نے ان سے میرے ہونٹوں پہ چیخیں اٹھ رہی ہیں۔ میں نے آج تک یہ چیخیں دبا رکھی تھیں۔ لیکن آج سناؤں گا۔ تم نے ذریعہ معاش مجھ پر بند کر دیئے ——— تم نے میری زندگی کی شاہراہ مجھ سے چھین لی اور مجھے اب غلط جھوٹے راستے پر لگا دیا۔ میں نے ان تمام قصوروں کی تم سے معافی مانگ رہی تھی اس روز۔ لیکن معافی مانگنے سے کیا ہوتا ہے ——— میں نے تمہارے لئے اپنی فطرت کا گلا گھونٹ دیا اور تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ ایک چھوٹے مقصد کے عہد کو توڑ دیں ——— میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہی ہو ——— تم سوچ رہی ہو یہ سب کیسے ممکن ہو سکا!"

"ہاں انو ——— میں واقعی حیران ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا اس وقت مجھ میں کس بلا کی قوت تھی۔"

"کیسے آسکتا ہے تمہاری سمجھ میں ——— تمہاری یہ طاقت تمہاری ذاتی طاقت نہیں ——— شیطان کی داد ہے۔ تمہارے گلے میں کیسا پیارا جادو ہے ——— تمہاری آواز میں کتنا پر لطف راگ ہے ——— میرے دل پر چھا جاتا ہے تمہارا راگ ———

لیکن کہہ کر ——— تمہاری انگلیوں میں کتنی قوت ہے تم کھوٹے کھرے سب کو کسوٹی پر کس دیتی ہو۔ میں نہیں جانتا وہ کون سی کشش تھی۔ جس نے مجھے اس نفرت آگیں زندگی کو قبول کرنے پر تیار کرلیا۔ میں نے تاریخ میں ہزاروں ایسے افسانے پڑھے ہیں۔ لیکن ان افسانوں کے تمام کردار بے وقوف تھے۔ میں کبھی بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کہ میں بھی انہیں کی صف میں ایک دن اپنے کو کھڑا پاؤں گا ——— اب یہ جال ٹوٹنا چاہتا ہے ——— آج میں تمہیں ——— کھری کھری سنا رہا ہوں ——— خواہ تمہیں برا ہی کیوں نہ لگے۔"

"کہو ——— کہو ——— جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کہ دو ——— میں تو پتھر دل ہوں۔ بے جان۔ مجھ پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا ——— میں نے تمہیں کبھی نہیں پہچانا ——— پہچان ہی نہیں سکی ——— دنیا کا انمول رتن میرے سامنے پیش کیا گیا لیکن مجھ قلاش کے پاس کوڑی نہ تھی۔ کیونکر خرید لیتی اُسے۔ وہ دولت ہاتھ سے نکل گئی ——— جو سزا چاہو مجھے دو ——— میں تیار ہوں"

"سزا کی بات مت کرو ——— میں تمہیں معاف کردینے کے لئے آیا۔ میری معافی اتنی ہی وسیع ہوگی جتنی وسیع کہ موت ہے۔"

"اس لئے آئے ہو"

"ہاں ——— اس لئے"

"لیکن مجھے اس معافی کی ضرورت نہیں ——— میں تمہیں کھوکر اپنے آپ کو پانا نہیں چاہتی۔ تم کیوں آئے ہو اس آگ میں کود پڑنے کے لئے ——— مجھے معلوم ہے تم زندگی سے تنگ آچکے ہو ———

اب اِس بار مگر اس کی انہیں خواہش نہیں ہے۔ لیکن "——— جو تھوڑا سا وقت تمہارے پاس باقی ہے ———اس میں ہی مجھے اجازت دو اپنی خدمت کی۔"

"خدمت ——— چھوٹے ہوئے گھڑے میں جتنا بھی پانی ڈالتی جاؤگی الو ——— وہ بہتا ہی جائے گا۔ میری زندگی کا گھڑا پھوٹ چکا ——— تم نہیں جانتیں ——— کتنا ناقابل برداشت ہے یہ بوجھ ——— جس آدمی نے اپنی فطرت کا گلا گھونٹ دیا۔ ہو ——— خدمت اس کے لئے کس کام کی۔"

"تم نے فطرت کا گلا نہیں گھونٹا ——— فطرت زندہ ہے ——— تمہارے دل میں ہے۔"

"مر چکی۔"

"ایسی بات نہ کہو انو۔"

کاش ——— تم سمجھ سکتیں ادے ——— تمہارا نازک شریر سر سے پاؤں تک کانپ اٹھتا۔"

"تم نے جو کچھ کیا اس میں خود غرضی کی بو نہ تھی ——— یہ کلنک تمہاری فطرت کے ماتھے پر نہیں لگ سکتا۔"

"میں نے گناہ کیا ہے ——— گناہِ عظیم ——— میں نے اپنی ہی فطرت کو کچل دیا ہے الو ——— میں اپنے دل میں کسی بھی برائی کی جڑ نہ اکھاڑ سکا ——— اکھاڑ دی تو اپنی ہی فطرت کی بنیادیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم پاس ہو۔ پھر بھی تمہیں نہیں پا سکا ——— لیکن اب فضول ہیں یہ باتیں ——— ان داغوں کو آنسو نہیں دھو سکتا

تہذیب پانی دھو سکتا ہے۔ تم جتنی بھی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں سبھی کو بحث ہنس کر کر جاؤں گا ——— پچھلے سال گرہ کے اس افسانے کو ختم کرنا چاہتا ہوں:

"میں بہت بے چین ہے اتنی دھیان نہیں دیا جاتا۔"

"لیکن دھیان دو ——— میری اور تمہاری زندگی کا زیادہ حصہ ان خونیں واقعات پر منحصر ہے۔ جو بھلا سکتے سے نہیں بھولتے ——— لیکن ان میں سے یہی تو دو چار دن ہیں جن پر دھیان دینا ہے۔

"اچھا سناؤ"

کھانا پینا ختم ہوا تو سیرو دفعتہً "جنگ پالیسی" پڑھنے کے لئے بے تاب ہو گیا اور ہاتھ بلا بلا کر گرش گھوش زبان میں بولا "اے سورج بھگوان۔ ——— نہا دو کرنیں ——— کہاں چلیں یہ سب ———

اے سورج بھگوان سیرو اچھا آدمی ہے لیکن طنز کے زہر سے بھرا ہوا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ یہ محفل جلد سے جلد برخواست ہو اور میں تنہائی میں تمہارے پاس بیٹھوں لیکن اس وقت ان لوگوں نے بھولیش سے گانے کی فرمائش کی۔ بھولیش نے کہا میں ہارمونیم کے بغیر نہیں گا سکتا۔ تمہارے ہاں ہارمونیم تھا نہیں لہٰذا بلا جلد ہی ٹل گئی۔ اب امید تھی کہ لوگ ٹل جائیں گے لیکن ستو نے فتح کرنے پر بھی بحث چھیڑ دی ——— اتنی گرما گرمی ہوئی اس بحث میں کہ ذاتیات پر حملے ہونے لگے۔ مجھے تم پر بے حد غصہ آ رہا تھا ——— سالگرہ کو بہانہ بنا کر اپنے ساتھیوں کو جمع کرنے کی کوشش کی تھی تم نے؟"

"نہیں نہیں ——— میں مجرم ضرور ہوں لیکن مجھے میرے

جرم کی سزا دو ——— بے انصافی نہ کرو۔ انہندر بابو کو اسی دن تو میں نے انتو ——— اپنا انتو پکارا تھا ——— یاد ہے ——— انتو نام کی تاریخ "

"ہاں ابلی یاد ہے ——— میں پانچ برس کا تھا ——— سنا ہے شکل وصورت سے بالکل کودن معلوم ہوتا تھا۔ میرے تایا آبا مغرب کی سیر کرنے کے بعد تشریف لائے تو انہوں نے مجھے گود میں اٹھا کر کہا۔

"انتیندر کس نے رکھا ہے اس کا نام"

"اس دن سے میں انتی بن گیا اور پھر محبت نے مجھے انتو کر دیا۔ ایک دن تمہارے سامنے بھی انتی ہی بنا تھا ——— میں نے اپنے ہاتھوں اپنی عزت کا خاتمہ کیا ہے"

یکایک انتیندر چونک کر خاموش ہو گیا ——— پھر آہستہ سے بولا "پاؤں کی چاپ سن رہی ہو"

"اکھل ہے"

"جیجی رانی" آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے اکھل" ابلا نے زینہ کا دروازہ کھول کر پوچھا۔

"کھانے کا کیا ہوگا"

گھر میں کھانا پکانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ قریب کے ہندوستانی ہوٹل سے کھانا آتا تھا۔

"انتو ——— چلو کھانا کہیں چل کے"

"نہیں ——— ابلا ——— پھر کار چلنے سے آدمی دیر سے مرتا ہے ——— نہیں تو ہندوستان کو مرے صدیاں بیت

گئی ہوئیں ۔

اکمل بھائی ——— ناراض نہ ہونا ——— آج ہمارا حصّہ تم اڑاؤ ——— اور اس کے بعد ——— جتنی دور بھاگ سکو بھاگ جاؤ "

اکمل چلا گیا ۔ دونوں پھر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے ۔ اننیار پھر بولا ۔

"بحث خوب گرم ہو رہی تھی کوئی بھی اُٹھنے کا نام نہیں لیتا تھا ۔ میں بار بار گھڑی دیکھتا تھا لیکن چاروں طرف گھپ اندھیرا اس اشارے کو سمجھے کون ؟ ——— آخر میں نے انہیں مخاطب کر کے کہا "تمہیں ہمارا ہی گھر جانا چاہیئے کہ ابھی ابھی الفلوانیزا سے اٹھی ہے ۔ کسی نے وقت پوچھا ——— ساڑھے دس بجے تھے ۔ لوگ اُٹھ کر چلے گئے ۔ ہم بولا :- اننیار بابو ——— آپ بھی چلئے نا ——— بھنگیوں کے محلے میں جاتے ہیں اور انہیں شراب پیتے ہوئے پکڑیں گے ۔ مجھے غصہ ہی تو آگیا ۔ میں نے تیزی سے کہا "تو شراب نوشی بند کر کے انہیں دو گے کیا اس کے بدلے میں ؟" لیکن یہ موضوع کچھ ایسا نہ تھا کہ اس پر اتنا گرم ہوا جائے نتیجہ یہ ہوا جو لوگ جانے کے لئے اٹھے تھے وہ بھی بیٹھ گئے ۔ اور پھر بات شروع ہوئی لیکن میں تیار نہ تھا ۔ سوال ہوا آپ چلتے ہیں ——— اور میں نے تیزی سے بات کاٹ کر کہا میں کچھ نہیں چاہتا ——— مجھے خود محسوس ہو رہا تھا کہ میں بلا وجہ تیز ہو رہا ہوں اس لئے نسبتاً کمزور آواز میں بولا اور میں چلتا ہوں" سیڑھیوں سے اتر کر دو منزلے کے سامنے پہنچے تو تمہاری کھڑکی سامنے تھی ۔ میرے پاؤں میں جیسے زنجیریں پڑ گئیں ۔ میں نے جیبیں ٹٹول کر بہانہ کیا ———

شاید قلم اوپر ہی بھول آیا ہوں ۔ بٹو نے کہا میں دیکھتا ہوں اور تیزی سے سیڑھیوں پر چڑھ کر اوپر چلا گیا ۔ میں بھی اس کے ساتھ اوپر پہنچا چپہ چپہ اِدھر اُدھر تلاش کیا گیا ۔ اور آخر بٹو نے طنزیہ مسکراہٹ سے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ آپ کی جیب ہی میں نہ ہو ۔ شاید —— وہ سچائی کو تاڑ گیا تھا ۔ اس لئے مجبور ہو کر مجھے کہنا پڑا —— تمہاری ایلا ۔ بہن سے مجھے کچھ کہنا ہے —— اس لئے اور اس نے کہا آپ جلدی سے کہہ لیجئے ۔ میں نیچے بیٹھتا ہوں —— نہیں بیٹھو نہیں میں نے کہا تم جاؤ —— اور بٹو نے پھر اسی مسکراہٹ سے کہا —— ناراض کیوں ہوتے ہیں انیندر بابو میں جاتا ہوں ۔"

انیندر ایکا ایک پاؤں کی چاپ سن کر پھر چونک پڑا ۔ اکھل جھٹ پٹ آ گیا اور بولا ۔

"ایک آدمی انیندر بابو کے لئے یہ رقعہ لایا ہے —— میں اُسے نیچے کھڑا کر آیا ہوں ۔"

"کون ہے ؟" ایلا کا دل شدت کی تیزی سے دھڑک اٹھا ۔

"اندر لے آؤ اُسے" انہوں نے کہا ۔

"نہیں نہیں" اکھل نے جیسے گرج کر کہا ۔

"ڈرتے کیوں ہو —— پہچانتے نہیں اُسے —— تم نے کئی دفعہ دیکھا ہے"

"تم پہچانتے ہو —— میں جو کہتا ہوں —— ڈرو نہیں —— میں ہوں یہاں"

"اکھل" ایلا نے کہا "جاؤ —— کیوں بہانے بناتا ہے ۔"

اکمل چلا گیا۔

"ہٹو آیا ہے کیا؟" ایلا نے پوچھا۔

"نہیں"

"تو پھر بتاتے کیوں نہیں کون ہے ——— مجھے اچھا نہیں لگ رہا"

"چھوڑو جو کوئی بھی ہو ——— میرا افسانہ سنو"

"دل مطمئن نہیں ہے انور"

"ایلا ——— اسے ختم کر لینے دو اپنا ——— زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ تم اس وقت چھت پر تھیں۔ پھوس کی بھینی بھینی خوشبو چاروں طرف پھیل رہی تھی تم نے پھولوں کا ایک گلدستہ چھپا رکھا تھا ——— مجھے دینے کے لئے ——— یہی شرمیلے قاصد ہم دونوں کے قلبی ہیجان کو ایک سے دوسرے تک لے جاتے تھے ——— ہمارے تعلقات کا آغاز ہوا۔ آہستہ آہستہ یہ تعلقات جنون کی حدوں کو چھونے لگے۔ اتنی رنائی کی علمی قابلیت اور سنجیدگی آہستہ آہستہ محبت کی جنون خیز وادیوں میں بھٹک کر کھو گئی ——— ایک دن تم نے ٹھیک کہا تھا ——— مجھے میرے جنم دن پر تحفہ دیا تھا ——— ایک بوسہ ——— آج مرن دن کا تحفہ لینے آیا ہوں ——— آخری بوسہ!"

اکمل پھر آ گیا اور بولا "وہ تو دروازے پر زور زور سے دھکے مارنے لگا ہے ——— توڑ دے گا شاید دروازہ"

"ڈرو نہیں اکمل ——— دروازہ توڑنے سے پہلے اُسے

دروازہ توڑ کر اندر آنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ تم جاؤ ——— میں تمہاری جیسی رانی کی حفاظت کروں گا۔

ایلا نے اکھل کو سینے سے لگا لیا۔ اس کی ٹھوڑی پر محبت بھرا بوسہ ثبت کر کے کہا "میرا راجہ بھتیا ——— راجہ بیٹا ہے نا تو ——— بھتیا جو ہوا ——— جا ——— کچھ روپے میرے آنچل میں بندھے ہیں ——— وہ لے جا ——— بہن کا تحفہ ——— لے اب دیر نہ کر میرا راجہ ——— بہن کے پاؤں چھو کر کہا کر کہ تو چلا جائے گا ——— ابھی"

"اکھل ——— ایک میری بات بھی تمہیں ماننا ہوگی ——— اگر کوئی تم سے پوچھے کہ تم نے گھر کیوں چھوڑا تو سچ سچ کہہ دینا کہ اننت رہتیا کے کہنے پر ——— کہنا انہوں نے زبردستی نکال دیا تھا" ———

چلو ——— میں اتنی بات کو سچ کر آؤں"

جب اننت اکھل کے ہاتھ پکڑ کر باہر جانے لگا تو ایلا نے مضطربانہ کہا

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں اننت"

اننت نے تحکمانہ لہجے میں کہا "نہیں ——— نہیں"

ایلا چھت پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو امنڈ رہے تھے اور اس کا دل کہہ رہا تھا ——— "اکھل چلا گیا"

چند لمحوں کے بعد اننت لوٹ آیا۔ ایلا نے پوچھا "کیا ہوا"

"اکھل چلا گیا ہے ——— اور میں نے سب دروازے بند کر دیئے ہیں"

"اور وہ آدمی"

"اُسے بھی چھوڑ دیا ——— اس کا خیال تھا کہ میں کام چور ہوں۔ صرف باتیں چلا رہا ہوں گا بیٹھا ہوا۔ شاید منی الف لیلے چھیڑ دی ہو گی ہیں نے۔ اور سچ بھی تو ہے ——— جو کچھ میں نے تمہیں سنایا ——— قصہ نہیں تو کیا ہے۔ ایک بے سرپا، بے معنی قصہ ——— لیکن ایلا ——— تم اب نہیں ڈرتیں مجھ سے"

"ڈر ——— تم سے؟ کیوں"

"میں کیا نہیں کر سکتا ایلا ——— میں گر چکا ہوں ——— پاتال میں۔ میں کیا نہیں کر سکتا۔ کچھ دن ہوئے ہمارے گروہ نے بہادری کی ایک بے کس، بے سہارا اناتھ بیوہ کو لوٹا ——— ہمارے گروہ کا ایک شخص اُسی کے گاؤں کا رہنے والا تھا۔ اُسی نے ہمیں وہاں کا راستہ دکھایا تھا۔ جب بیوہ کا مکان لٹ چکا تو بیوہ نے پھٹے ہوئے کپڑوں میں بھی اُسے پہچان لیا اور کہا، منو ——— تم بھی ایسا کر سکتے ہو بیٹا ——— راز فاش ہو جانے کا ڈر ہر ایک کو تھا۔ اس لئے بیوہ کو بھی زندہ نہیں چھوڑا گیا۔ اپنی گناہوں سے آئی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے میں وہ روپیہ ٹھکانے لگا دیا گیا اور ہم نے بزعم خود ملک کی خدمت کی۔ میں نے پچھوا رہے اُن چوری کے روپوں کو ——— میں نے انہیں اپنی ذات پر خرچ کیا تھا۔ میں چور ہوں۔ یہ آخری کلنک بھی میرے ماتھے پر لگ چکا ہے۔ اور بٹو نے اس کی رپورٹ پولیس کو بھی کر دی ہے۔ میرے خلاف ثبوت پورا نہیں اس لئے اندیشہ ہے کہ مجھے سزا نہ بھی ملے یا شاید کم ملے ——— بٹو نے اسی کا یہ توڑ بھی کیا ہے کہ انگریز مجسٹریٹ کی بجائے میرا مقدمہ ہندوستانی مجسٹریٹ کے سامنے لگوانا

چاہتا ہے ـــــــ اُسے معلوم ہے کہ میں کل تک پکڑوا جاؤں گا ـ ـــــــ آج تمہارے گھر میں کوئی نہیں ہے ـ

"تم وہی"

"لیکن تمہیں میرے ہاتھوں سے بچانے والا کون ہے"

"پھر کیا ہو جائے گا"

"تمہارے ہی گروہ کے لوگ ـــــــ جن کی تم ایلا بہن تھیں ـــ جو تمہارے بھائی تھے ـ جن کے ماتھے پر تم بھیا دوج کے تہوار پر ٹیکے لگایا کرتی تھیں ـ وہی سمجھتے ہیں کہ تمہارا زندہ رہنا اب ٹھیک نہیں"

"میں نے کون سا قصور کیا ہے جو ان بدمعاشوں کے گناہوں سے بڑھ کر ہے"

"یہی کہ تم ان میں سے بہت سے لوگوں کے نام جانتی ہو ـــــــ تمہیں کئی آدمیوں کے پتہ ٹھکانے کا بھی پتہ ہے اور تمہاری جماعت کو شک ہے کہ تمہیں ذرا سی تکلیف دی گئی تو تم سارا راز فاش کر دو گی"

"اب کبھی نہیں ہو سکتا"

"اب یہ بھی سن لو ـــــــ کہ جو آدمی ابھی ابھی آیا تھا وہ یہی حکم لے کر آیا تھا ـــــــ حکم بہت بڑی طاقت ہے ایلا"

"سچ کہہ رہے ہو تم ـــــــ" ایلا نے چونک کر کہا ـ

"ہمیں ایک خبر ملی ہے"

"کیا؟"

"کل تمہیں پولیس پکڑ لے جائے گی"

"میں جانتی تھی ——— پولیس مجھے ضرور پکڑے گی"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا"

"کل بڈھے کی چھٹی ملی تھی ——— اس نے لکھا تھا کہ پولیس مجھے گرفتار کرنا چاہتی ہے لیکن وہ اب بھی مجھے بچا سکتا ہے"

"وہ کیسے؟"

"کہتا ہے میں اس سے شادی کر لوں تو اس کی ضمانت پر قانون مجھے چھوڑ دے گا"

"اور تم نے کیا جواب دیا تھا"

"میں نے اس کی چھٹی پر صرف اتنا لکھا ——— رذیل ——— شیطان"

"تو معلوم ہوتا ہے بڈھے ہی کی قیادت میں کل پولیس آئے گی ۔ اس کا دل بہت نرم ہے ۔ بے چارے کا ۔ تمہیں شیر کے منہ سے بچا کر مگر مچھ کے پیٹ میں پناہ دینا چاہتا ہے"

ایلا نے جھپٹ کر اننت کے پاؤں پکڑ لئے اور بولی ۔

"اننت بھگوان کے لئے مجھے مار دو ——— مار دو مجھے ——— تمہارے ہاتھوں سے آئی ہوئی موت لاکھوں زندگیوں سے بہتر ہے"

پھر جھٹ اس کے بوسے لے کر بولی "لو ——— مارو ——— مار ڈالو"

اننت پتھر کے بت کی طرح خاموش کھڑا رہا ۔

"سوچو نہیں اننو ——— میں تمہاری ہوں ——— صرف تمہاری ۔ مجھے قبول کرو ——— مجھے ان ناپاک ہاتھوں سے بچا لو

"انتو"

انتو نے سرد مہری کے لہجے میں گرج کر کہا۔

"جاؤ ——— سو جاؤ ——— میں تمہیں حکم دیتا ہوں"

ایلا ایتن کے سینے سے لپٹ گئی اور بولی "انتو ——— میرے انتو ——— میرے راجہ ——— میرے دیوتا۔ مجھے تم سے پریم ہے ——— بے پناہ ——— بے حساب۔ میں آج تک تم پر ظاہر نہ کر سکی۔ جرات نہیں ہو سکی مجھے۔ میری مدد کر انتو ——— مجھے سمجھانے دو اپنا پریم ——— مار دو میرے سینے میں خنجر"

ایتن نے جھنجلا کر ایلا کا ہاتھ پکڑا اور گھسیٹ کر سونے والے کمرے میں لے گیا ——— "سو جاؤ ——— اسی وقت ——— ابھی"

"نیند نہیں آئے گی انتو ——— نیند نہیں آئے گی ایلا گڑگڑائی۔

"میرے پاس ایسی دوا ہے جو تمہیں سلا دے گی"

"اس کی ضرورت نہیں انتو ——— اس کی ضرورت کیا تھی ——— کلوروفارم کی ضرورت کیا تھی ——— پھینک دو اسے میں بزدل نہیں ——— میں سرگوشیاں کرتی ہوئی مر سکوں گی۔ عالم بیداری میں ——— یہ ہے میرا آخری قدم عشق کی منزل کی طرف ——— انتو ——— انتو"

دفعتہً رات کی تاریکی میں سیٹی کی آواز گونج اٹھی:۔

ادیب الملک حضرت میزرا ادیب بی۔اے دائرزم کی

غیر فانی تصانیف

صحرانورد کے رومان - جن حضرات نے صحرانورد کے خطوط پڑھے ہونگے۔ وہ کبھی اس غیرفانی شاہکار کو نظر انداز نہیں کرسکتے۔ ایسی رنگین دلچسپ اور دلآویز کتاب آپ نے آجتک نہ پڑھی ہوگی۔ لکھائی چھپائی۔ دیدہ زیب سرورق رنگین قیمت ۳؍ ان داتا۔ میرزا ادیب کے تازہ ترین افسانوں کا مجموعہ اس مجموعے میں ایسے افسانے بھی شامل ہیں۔ جو کئی زبانوں میں ترجمہ ہو کر مقبول ہوچکے قیمت ۳؍

دنیلئے آرزو - مرزا صاحب کے تین شاہکار افسانوں پر مشتمل ہے جو ڈائریوں کی صورت میں لکھے گئے ہیں۔ ان میں کامل مصنف نے نہ صرف اپنے دل کے راز کھولکر بیان کردیئے ہیں۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے تعلیمیافتہ بیکار نوجوانوں کی ان مضطرب روحوں کی ترجمانی کی ہے جنہوں نے موجودہ سیاسی اور معاشرتی فضا میں غیر محسوس انقلاب پیدا کردیا۔ کتاب ہر پہلو سے دلچسپ ہونیکے ساتھ ساتھ زندگی کے اہم مسئلے پر روشنی ڈالتی ہے۔ قیمت عہ

موت کا داگ:۔ آپ ان افسانوں کو پڑھکر محسوس کریں گے کہ آپ افسانوں ہی کی دنیا میں حرکت کررہے ہیں۔ دوسرا ایڈیشن تیار ہے قیمت عہ

شرت سیریز ۱

بنگال کے زندہ جاوید جادو بیان ادیب شرت چند۔ چٹرجی کے قلم کا لوہا آج دنیا مان چکی ہے۔ آپ کی تصانیف کی مقبولیت کا یہ عالم ہے۔ کہ مغربی ممالک کے

نقادوں نے انہیں اپنی اپنی زبان میں پیش کرکے خراج تحسین ادا کیا ہے آنجہانی شرت چندر چٹرجی ناول کا شہنشاہ تسلیم کئے گئے ہیں آپکی تمام تصانیف کو اردو میں پیش کرنیکے سے ہم ایک مکمل سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ اور عنقریب ہی اس سلسلہ کی تمام مشہور تصانیف اردو دان ادب نوازحضرات کی خدمت میں پیش کی جائینگی۔ آپ بھی شرت سیریز کا باقاعدہ مطالعہ کرنیکے لئے اپنی پہلی فرصت میں انتظام کرلیں۔ ہم شروع میں شرت بابو کی غیر مطبوعہ تصانیف شائع کرینگے اور اسکے بعد جو ترجمے شائع ہو چکے ہیں انکو دوبارہ خاص اہتمام اور شان سے شائع کرکے شرت بابو کی مکمل سیریز قارئین کرام تک پہنچائینگے اسطرح شرت بابو کا مکمل سلیٹ آپکو ہمارے ہاں سے مل سکیگا۔ ان دنوں مندرجہ ذیل بلند پایہ تصانیف ہماری طرف سے شائع ہو رہی ہیں۔ یہ کتابیں بیک وقت شائع ہو کر مارکیٹ میں آ رہی ہیں۔ شرت کی کتاب کا ایڈیشن شائع ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے اسلئے اپنی درخواستیں بہت جلد بھیجیں ۱۹۴۲ء نئے سال کے تحفے کے طور پر حسب ذیل کتب فروخت کے لئے موجود ہیں۔

سوال:۔ شرت بابو کی وہ بلند پایہ تصنیف جسکے مقابلہ کا ناول آج دنیا بھر کی کسی زبان میں نہیں مل سکتا۔ اردو دنیا میں سوال کی اشاعت سے لازمی طور پر ایک تہلکہ مچ جائیگا کیونکہ کام سوال جس گتھی کو سلجھانے کیلئے صدیوں سے پریشان رہی ہے۔ ہندوستان کی قدیم تہذیب اور موجودہ تمدن کی کشمکش کا بیان پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ بنگال کے اس مایہ ناز سپوت نے نہایت کامیابی کے ساتھ دنیا بھر کے تمدن اور روحانیت کو اس کتاب میں پیش کرکے ہر مذہب اور ہر ملک کو اپنی مشکلات کا حل ڈھونڈنے کی دعوت دی ہے۔ پلاٹ میں وہ مستی اور نرالا پن ہے جسکا بیان نہیں ہو سکتا بار بار پڑھنے کی چیز ہے سوال پڑھکر آپ عمر بھر اس بات کو فراموش نہ کر سکیں گے کہ کن دنوں میں آپ نے کچھ پڑھا تھا۔ اردو علم و ادب کے شائقین ہمارے اس کارنامہ کو مدتوں یاد رکھیں گے زیادہ تعریف فضول ہے۔ سالہا سال سے اس تصنیف کو اردو میں منتقل کرنے کی کوشش ہو رہی تھی۔

حجم چار سو صفحات قیمت چار روپے ملنے کا پتہ

رامن فسٹ سہگل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور

خانمان برباد۔ علامہ راشد الخیری کی وہ زندہ جاوید تصنیف ہے جسے مشہور ملکی ہندی مصنف نکولسن نے ترجمہ کے نام سے چھپوایا تھا۔ حضرت مائل ملیح آبادی کے زور قلم سے اردو زبان میں شائع ہو رہی ہے مترجم نے جس محنت اور قابلیت سے اسے پیش کیا ہے۔ اس پر رشک آتا ہے۔ محبت کا وہ دریا جسکے سہارے زمین و آسمان قایم ہے۔ خانمان برباد میں آپکو دیکھنے کے لئے ملیگا۔ ہر صفحہ پر دل میں گدگدگی اور ہر سطر میں رومان بہتا نظر آتا ہے۔ خانمان برباد جیسی سو پچاس کتابیں بھی اگر خوش قسمتی سے اردو میں شائع ہو جائیں تو اردو علم و ادب کا خزانہ مالامال ہوتے دیر نہ لگے۔

ملک کی دیگر زبانوں میں خانمان برباد کئی کئی ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ بک چکا ہے کئی سال کی محنت اور کوشش کے بعد ہم اسے شائع کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ خانمان برباد کی زبان اصطلاحات پڑھ کر آپ بار بار داد دینے پر مجبور ہوں گے۔

خانمان برباد خانہ داری کی الجھنوں کو ایک ایسی زوردار پلاٹ میں باندھی گئی ہے کہ اسکا مطالعہ ہر شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کیلئے ازبس ضروری ہے۔ شادی شدہ اصحاب اسے پڑھکر گھر کو بہشت بنا سکتے ہیں اور غیر شادی شدہ ازدواجی زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

شرت کے بہترین افسانے۔ شرت بابو کی ایک زندگی کھا دین کا مجموعہ شرت بابو کے بہترین افسانے پڑھنے کے بعد افسانوں کے متعلق اور کتاب پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ نہایت چھان بین کے بعد صرف ان افسانوں کا ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔ جو دل و دماغ پر اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ ایک ایک افسانہ ایک ضخیم ناول کی خوبیوں کا حامل ہے۔ جن اصحاب نے شرت کو بطور ناول نویس مطالعہ کیا ہے۔ وہ انکی افسانہ نگاری کی قابلیت ملاحظہ فرمائیں۔

شاعر ایشیا ٹیگور نے ان افسانوں کی دل کھول کر تعریف کی ہے۔ اور ان افسانوں سے متاثر ہو کر اپنی ایک تصنیف شرط بابو کی نذر کی۔

شرت سیریز میں شرت کے بہترین افسانے قابل دید اور قابل داد کتاب ہے۔ ہم نے ہر پہلو سے کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ۱۲ عجب (ملنے کا پتہ۔

نرائن دت سہگل۔ ابنڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور۔

آوارہ

شرت چندر چٹرجی کے مقبول عام بنگالی ناول چرتر ہین کا شاندار ترجمہ۔ ترجمے کا بار حضرت یزدانی جالندھری کی نازک قلم نے برداشت کیا ہے (زیر طبع)

دولت کی بیٹی۔ شرت بابو کا ایک دلچسپ ناول مترجمہ منی رام دیوانہ۔ قیمت صرف ایک روپیہ ۸ آنے۔ (زیر طبع)

زمانہ ساز۔ یہ معرکہ آرا کتاب وہ انقلابی تصنیف ہے۔ جس نے بنگالی لٹریچر میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اسکا مطالعہ آپکے ذہن کو ایک نئے نظریئے سے آشنا کرے گا۔ مترجم رام سروپ کوشل ایم۔ اے۔ قیمت مجلد کتاب مع خوبصورت سرورق صرف عہ/

دیہاتی سماج۔ یہ بھی بنگال کی وہ شاندار اور غیر فانی تصنیف ہے۔ جس کے شائع ہوتے ہی بنگال میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا۔ یہ کتاب انسانی زندگی کی نہایت دلچسپ تصویر ہے۔ مترجمہ حضرت یزدانی جالندھری قیمت عہ/

رقاصہ

اس ناول میں ایک حسین دوشیزہ کی دردناک داستان درج کی گئی ہے۔ سماج کی تنگدلی اور سنگدلی اسے کہاں سے کہاں لاکر پھینکتی ہے۔ زمانہ کی گردش اسے بازار حسن کی رونق بننے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اوپر سے ہنستی ہے۔ مگر دل سے آہیں نکلتی ہیں۔ کتاب کیا ہے۔ آہوں آنسوؤں کا طوفان ہے۔ مترجمہ جناب آتش صاحب قیمت صرف عہ/

دیوداس

اگر آپ نے دیوداس فلم دیکھی ہے۔ تو اس کے افسانے کی عظمت آپ پر ظاہر ہو روشن ہو گی۔ قیمت مجلد کتاب صرف ایک روپیہ بارہ آنہ ۱۲/ع

پتہ: نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب بازار لوہاری لاہور

ملنے کا پتہ: موہن لال محمد حسین لاہور

(جی بی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام نرائن دت سہگل پرنٹر و پبلشر کے چھپا)